بناتِ رسول ﷺ
مصنف
علامہ مفتی محمد سراج احمد سعیدی قادری رضوی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

فہرست مضامین

نام کتاب	بنات رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
مصنف	علامہ محمد سراج احمد سعیدی رضوی
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	مارچ 2011ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	TK21
قیمت	-/[illegible] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون:37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:37247350 فیکس:37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-32212011-32630411۔ فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس رسالے کی ترتیب اور تشہیر کا مقصد مناظرہ، مباحثہ اور فرقہ پرستی ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا واحد مقصد اتحاد بین المسلمین ہے۔ کہ جس طرح اہل سنت، سید العالمین ﷺ کی چار بیٹیاں مانتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ کے علماء نے بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تسلیم کی ہیں جس کا ثبوت رسالہ ہذا میں موجود و مشہود ہے۔ یعنی بنات رسول کے بارے میں سنی و شیعہ کا اتفاق ہے کہ وہ چار تھیں۔ نیز جانبین میں سے کچھ متذبذب حضرات نے اس مسئلہ کی حقیقت جاننے کے لیے رجوع کیا ہے ان کی تسلی و تشفی کے لیے یہ کاوش عمل میں آئی ہے اور بصورت جواب رسالہ تیار ہو گیا۔

قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اسے متانت و سنجیدگی سے پڑھیں اور حقائق کو تسلیم کر کے بارگاہ الوہیت و نبوت میں سرخ رو ہو جائیں۔ تمام حوالے نہایت دیانتداری سے درج کر دیئے ہیں۔ یہ حوالے شیعہ کی ان کتابوں سے ماخوذ ہیں جو ہماری لائبریری میں موجود ہیں۔ اگر کوئی حوالہ نہ ملے تو ہم سے رجوع کریں جوابی لفافہ بھیج کر اس کی فوٹو سٹیٹ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

گدائے کوچہ آل رسول

محمد سراج احمد سعیدی قادری

اوچ شریف بہاولپور

موبائل فون 0301-7793990

0333-9596164

بنات کا ذکر قرآن میں

اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کو چار بیٹیاں عطا فرمائی تھیں' آپ کی بنات اربعہ پر آل اطہار اور صحابہ کرام سے لے کر آج تمام کلمہ گولوگوں کا اجماع ہے، اجماع امت حجت ہے، اس کی خلاف ورزی ضلالت و گمراہی ہے۔ تمام مسلمانوں کی طرح شیعہ کے مجتہدین نے بھی ہمارے پیارے رسول ﷺ کی چار دختران، نیک اختران کو آپ کی صلبی اولاد مانا ہے اور اجماع امت کو تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

قرآن مجید لا ریب کتاب ہے' اس کی سورۃ الاحزاب آیت ۵۹ میں آپ کی دختران پاک کا ذکر لفظ بَنٰتِكَ سے موجود ہے۔ بَنَاتٌ جمع ہے بِنْتٌ کی' اگر آپ کی ایک لڑکی ہوتی تو، اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں بَنٰتِكَ نہ فرماتا۔ بَنٰتِكَ کے بعد وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ بھی موجود ہے۔ اس لئے بَنٰتِكَ میں مؤمنین کی لڑکیوں کو شامل نہیں کیا جا سکتا اور بَنٰتِكَ کو سیدہ کی تعظیم پر بھی محمول نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ بعد از خدا سب سے زیادہ تعظیم و توقیر کے حقدار، سیدہ کے والد گرامی، حبیب خدا، اشرف ابنیا ﷺ ہیں۔ جب آپ کو آپ کا محب اکبر جل جلالہ "ک" ضمیر واحد مذکر مخاطب سے یاد فرما رہا ہے تو ان کی بیٹی کو کیسے جمع کے صیغہ سے یاد کر لیا، حالانکہ خاتون جنت کو عزت، بنت رسول ہونے کے سبب سے حاصل ہے اگر وہ بنت رسول نہ ہوتیں تو اعزاز کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

(ا) سر دست ہمارے پیش نظر ترجمہ قرآن، مولوی فرمان علی ہے موصوف شیعہ علماء کے بقول بے پناہ قابلیت و صلاحیت کے مالک تھے اور ان کا ترجمہ قرآن بے انتہا خوبیوں سے بھر پور ہے اور بڑے بڑے علماء نے اسے سراہا اور تمام اردو، ترجموں کا سرتاج قرار دیا ہے۔ (سر لفظ ص ۱)

مولوی فرمان علی صاحب نے ہماری پیش کردہ آیت کا (ترجمہ) اس طرح رقم کیا: اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلتے وقت) اپنے (چہروں اور گردنوں) پر اپنی چادروں کا گھونگھٹ لٹکا لیا کرو۔ (ترجمہ قرآن ص ۵۱۰ مطبوعہ)

شیعہ مسلک کے بہت بڑے عالم نے حق وصداقت کا ساتھ دیا اور ترجمہ کو ہر قسم کی ہیرا پھیری سے بچا کر لفظ بَنٰتِكَ کی صراحت کو تسلیم کر کے اور اس کا معنی، اپنی لڑکیوں، کر کے شیعہ قوم کو بتا دیا ہے۔ کہ حضور انور شافع محشر ﷺ کی ایک لڑکی نہیں تھی، بلکہ آپ کی لڑکیاں تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(۲) شیعہ مسلک کے دوسرے مترجم ومفسر قرآن مولوی امداد حسین کاظمی ہیں، شیعہ علماء نے انکے ترجمہ وتفسیر پر اپنے تصدیق نامے ثبت کئے ہیں، مرتضیٰ حسین نقوی ان کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ امداد حسین کاظمی اب سے ربع صدی پہلے مناظر، مدرس، خطیب اور صاحب قلم ہیں...... بعض مضامین میں صاحب سند ہیں...... ہر موضوع پر قرآن مجید سے فائدہ اٹھا کر لکھتے ہیں۔ (مقدمہ قرآن ص ۷)

ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ اپنے اوپر بڑی چادریں نزدیک کرلیں (ترجمہ ص ۵۵۳)

مذکور نے ترجمہ میں بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں کے مابین قوسین میں (بیٹی، نواسیوں) کے لکھنے کی جسارت کی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اس وقت حضور پرنور ﷺ کی کتنی جوان نواسیاں تھیں جنہیں یہ حکم سنایا گیا۔ فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی اس وقت حضور ﷺ کی دختران، نیک اختران موجود تھیں بَنٰتِكَ فرما کر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کریں اور اس سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی لخت جگر سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم، سیدہ رقیہ، سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالیٰ علیہن مراد ہیں۔

رقیہ وام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر درود

(۳) مولوی حسن علی اثناعشری لکھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الْقَاسِمَ وَالطَّاھِرِ ابْنَیْ نَبِیِّكَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّۃَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کَلْثُوْمَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا (تحفت العوام ص ۱۲۲ مولفہ مولوی حاجی حسن علی) مولوی حسن علی شیعہ نے حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم کو حضور ﷺ کی دختران نیک اختران تسلیم کر کے ان پر درود بھیجا ہے۔ شیعہ قوم کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے اس مجتہد کی طرح آپ کی چار بنات کو مان کر انؑ پر درود پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کریں۔

چار بیٹیاں

(۴) حضور پرنور ﷺ کی چار بیٹیوں کی تصدیق شیعہ علما و مجتہدین نے بڑے اعتماد، و، وثوق سے کی ہے چنانچہ شیعہ مسلک کی پہلی کتاب (اصول کافی جلد سوئم ص ۵) ہمارے سامنے ہے اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں وَتَزَوَّجَ خَدِیْجَۃَ وَھُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً فَوُلِدَ لَہٗ مِنْھَا قَبْلَ مَبْعَثِہٖ ﷺ الْقَاسِمُ وَرُقَیَّۃُ وَزَیْنَبُ وَاُمُّ کَلْثُوْمَ وَوُلِدَ لَہٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّیِّبُ وَالطَّاھِرُ وَفَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَرُوِیَ اِیْضًا اَنَّہٗ لَمْ یُوْلَدْ بَعْدَ الْمَبْعَثِ اِلَّا فَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَاَنَّ الطَّیِّبَ وَالطَّاھِرَ وُلِدَ قَبْلَ مَبْعَثِہٖ (ترجمہ) اور حضرت خدیجہ سے آپ نے جب شادی کی تو آپ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی اور بعثت سے قبل بطن خدیجہ سے آپ کی اولاد قاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد خدیجہ کے شکم اطہر سے طیب و طاہر اور بی بی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اور ایک روایت کے مطابق بعثت کے بعد صرف فاطمہ پیدا ہوئیں طیب وطاہر بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔

اصول کافی کا مرتبہ ومقام

شیعہ مسلک کے محدث اول ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی نے چوتھی صدی کے آغاز

میں یعنی ۳۲۹ھ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے زمانہ غیبت صغریٰ میں اپنی کتاب کافی کو ۲۰ سال کی مدت میں مدون کیا...... کافی سے پہلے حدیث کی کوئی اتنی بڑی اور جامع کتاب نہ تھی...... کلینی پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کو ابواب کی صورت میں مدون کیا وہ نقل حدیث میں اوثق الناس سمجھے جاتے تھے۔

(مقدمہ اصول کافی، کتب اربعہ اور ہم ص ۹ مطبوعہ کراچی)

(کافی) مَنْ لَّا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہُ، تہذیب الاحکام اور استبصار میں سب سے پہلی اور سب سے افضل کتاب ہے امام العصر کے مخصوص وکلا کی موجودگی میں لکھا جانا اور اس حقیقت کا مسلمہ ہونا کہ یہ کتاب تمام ملت جعفریہ کی دینی فلاح و بہبود اور ان کی رشد وہدایت کیلئے لکھی جارہی ہے جو زمانہ غَیبت میں ان کی توجہ کا مرکز بنے گی...... وکلاء امام زمانہ کا نہ روکنا ٹوکنا۔ اس سے کم ازکم ان کی تائید ورضا سکوتی تو ضرور ہوجاتی ہے اور یہی امر اس کتاب کی وثاقت وجلالت کی قطعی دلیل ہے۔ (مقدمہ اصول کافی ص ۱۳ وص ۱۴)

شیعہ کی مندرجہ بالا معتبر ومستند اور نقطہ اول کتاب میں سے ہم نے یہ ثابت کردیا ہے کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئیں۔ اور وہ خود ہی آیت پردہ کے حکم کا مصداق بنیں۔ ممکن ہے کہ شعیہ یہ کہہ دیں کہ یہ روایت ضعیف ہے یا تقیہ پرمحمول ہے تو میں عرض کرتا ہوں اس روایت کو ضعیف کہنا یا تقیہ پرمحمول ماننا صحیح نہیں ہے کوئی ذی شعور یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی بیٹیوں کا ہونا قرآن مجید سے اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا شیعہ قوم کو بھی مان لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ اس میں تقیہ وضعف کا کوئی دخل نہیں ہے۔

(۵) علامہ باقر مجلسی اپنی مستند کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۸۷، مطبوعہ تہران پر لکھتے ہیں۔

و در حدیث معتبر از حضرت امام جعفر صادق منقولست که... حضرت رسول خدا... گفت' خدیجه، خدا، او، را، رحمت کند از من طاهر مطهر را بهم رسانید که او عبدالله بو د و قاسم را آورد و فاطمه و رقیه و زینب و ام کلثوم از

او بهم رسیدند۔

ترجمہ: امام جعفر صادق سے حدیث معتبر میں منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا، خدیجہ۔ خدا اس پر رحم نازل کرے اس کے بطن سے خدا نے مجھے طاہر، مطہر عطا فرمائے کہ وہ عبداللہ ہے اور قاسم ہے اور اس کے بطن سے مجھے فاطمہ، رقیہ، زینب، ام کلثوم عطا فرمائیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول خدا کی صلب سے چار بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

بیٹیوں کے نکاح

(۶) علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ باب پنجاہ و یکم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است، میں لکھتے ہیں۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا، از خدیجہ، متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را بحضرت امیر المؤمنین تزویج نمودند و تزویج کرد بابو العاص بن ربیعہ کہ از امیہ بود زینب را و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ آں برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باتزویج نمود۔

ترجمہ: بسند معتبر حضرت صادق یعنی امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ کی اولاد جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب ہیں۔ جناب فاطمہ کا نکاح امیر المؤمنین سے کیا اور زینب کو ابو العاص بن ربیعہ سے تزویج کیا جو بنی امیہ سے تھا۔ اور ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے کیا اور وہ قبل اس کے کہ ان کے گھر جائیں رحمت الٰہی سے واصل ہوگئیں ان کے بعد حضرت رقیہ کو ان سے تزویج فرمایا۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۶۹)

(۷) ملا محمد باقر مجلسی اپنی کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۸، مطبوعہ تہران پر ابن بابویہ کی سند سے لکھتے ہیں۔

ابن بابویہ بسند معتبر از آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسول

خدا متولد شد از خدیجه، قاسم و طاهر و نام طاهر عبدالله بود و ام کلثوم و رقیه و زینب و فاطمه و حضرت امیر المؤمنین فاطمه را تزویج نمود، زینب را ابو العاص بن ربیعه و او مردے بود از بنو امیه و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و پیش از آنکه بخانه او برود برحمت الٰهی واصل شد پس چون بجنگ بدر، رفتند حضرت رسول خدا رقیه را باو تزویج نمود۔

(ترجمہ) ابن بابویہ نے بسند معتبر آنحضرت سے روایت کی ہے کہ آنحضرت کی اولاد میں سے جناب خدیجہ کے شکم سے قاسم و طاہر، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ زہرا پیدا ہوئیں اور جناب طاہر کا نام عبداللہ تھا، جناب فاطمہ کو آنحضرت نے امیر المؤمنین سے تزویج فرمایا، زینب کو ابو العاص بن ربیعہ سے وہ بنی امیہ میں تھا۔ اور ام کلثوم کو عثمان بن عفان سے تزویج کیا اور وہ قبل اس کے ان کے گھر جائیں رحلت کر گئیں پھر جب جناب رسول خدا ﷺ جنگ بدر کیلئے گئے تو رقیہ کو ان سے تزویج فرمایا۔ (حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۰)

(۸) علامہ محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۶ پر لکھتے ہیں۔

سید مرتضیٰ و شیخ طوسی روایت کردہ اند چون آنحضرت خدیجه را تزویج نموده او باکره بود و بعقد شوهر دیگر پیش از آنحضرت بدر نیامده . . . پس اول فرزندے که از برائے او بهم رسید عبدالله بود که او را طیب و طاهر ملقب ساختند و بعد از او قاسم متولد شد و بعضے گفته اند که قاسم از عبدالله بزرگ تر بود و چهار دختر او برائے حضرت آورد زینب، رقیه، ام کلثوم فاطمه۔

(ترجمہ) سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت نے جناب خدیجہ سے تزویج فرمائی وہ باکرہ تھیں اور آنحضرت سے پہلے کسی دوسرے شخص کے عقد میں نہیں آئی تھیں...... اور سب سے پہلے جو فرزند، ان سے پیدا ہوا عبداللہ تھے جن کا لقب طیب و طاہر تھا، ان کے بعد قاسم پیدا ہوئے اور بعض نے کہا ہے کہ قاسم عبداللہ سے بڑے تھے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور جناب فاطمہ زہرا، سلام اللہ علیہن۔ (حیاۃ

القلوب اردو ج ۲ ص ۱۸۱) یعنی رسول خدا کی چار بیٹیوں کو شیعہ بھی مانتے ہیں۔

(۹) شیعہ کے معتبر مجتہد جناب ملا محمد باقر مجلسی اپنی کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ باب پنجاہ و یکم میں اپنے معتبر مجتہد شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب اور دوسرے مجتہدوں سے روایت کی ہے ...... و مشهور آنست که دختران آنحضرت چهار نفر بودند و همه از حضرت خدیجه بوجود آمدند اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختران بکافران دادن اورا بابی العاص بن ربیع تزویج نمود و اُمامه دختر ابو العاص او باوجود آمد و حضرت امیر المو منین بعد از حضرت فاطمه بمقتضائے وصیت آنحضرت امامه را بنکاح خود، درآورد۔

(ترجمہ) اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سب جناب خدیجہ کے شکم سے تھیں۔ پہلی صاحبزادی جناب زینب تھیں حضرت نے ان کی شادی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینا حرام ہونے سے قبل ابوالعاص بن ربیع سے کر دی تھی ان سے امامہ بنت ابی العاص پیدا ہوئیں اور جناب امیر نے جناب فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد ان معصومہ کی وصیت کے مطابق ان سے عقد فرمایا۔

(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۰ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

قارئین گرامی: مندرجہ بالا مستند و معتبر شیعہ روایات سے ثابت ہو گیا کہ حضور پرنور ﷺ کی دختران پاک چار تھیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئیں، حبیب خدا ﷺ نے سیدہ زینب کا عقد حضرت ابوالعاص سے کر دیا اور سیدہ اُم کلثوم و سیدہ رقیہ کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں دے دیا اور سیدہ فاطمہ زہرا کا عقد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔ زاہرا کے وصال کے بعد حضرت علی نے ان کی بھانجی امامہ سے شادی کر لی۔ امامہ حضور ﷺ کی نواسی اور حضرت ابوالعاص کی بیٹی تھی۔

پہلی صاحبزادی

(۱۰) علامہ محمد باقر مجلسی، حضرت ابوالعاص کے بارے میں لکھتے ہیں و منقولست که

ابو العاص درجنگ بدر اسیر شد و زینب قلادہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ
بو دبنزد حضرت فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت را نظر بر آن قلا
دہ افتاد خدیجہ را یاد نمود و رقت کرد از صحابہ طلب نمود کہ فدائے اورا
ببخشند و ابو العاص را بے فدا رہا کنند صحابہ چنین کردند و رسول خدا از ابو
العاص شرط گرفت چوں بمکہ برگردد زینب را بخدمت حضرت فرستد و او
بشرط خود وفا نمود و زینب را فرستاد و بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان
شد۔ (حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ و ص ۵۸۹، مطبوعہ تہران)

(ترجمہ) اور منقول ہے کہ ابو العاص جنگ بدر میں اسیر ہوئے تو جناب زینب نے اس گردن
بند کو جو جناب خدیجہ نے ان کو دیا تھا آنحضرت کے پاس اپنے شوہر کے فدیہ میں بھیجا۔
جناب رسول خدا ﷺ نے اس کو دیکھا تو جناب خدیجہ یاد آئیں اور گریہ فرمایا اور صحابہ سے
خواہش کی کہ ان کا فدیہ معاف کردیں اور ابو العاص کو بغیر فدیہ کے رہا کردیں صحابہ نے یونہی
کیا اور آنحضرت نے اس سے شرط لی کہ جب وہ مکہ جائے تو زینب کو آنحضرت کی خدمت
میں بھیج دے اس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور حضرت زینب کو حضرت کے پاس بھیج دیا اس کے
بعد خود مدینہ آکر مسلمان ہوگیا۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۰ و ص ۸۷۱)

علامہ مجلسی نے لکھا ہے۔ ھبار بن اسود نیزہ حوالہ ھودج زینب دختر رسول اللہ کرد
(الحق الیقین ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ ایران) ہبار بن اسود نے حضرت زینب دختر رسول ﷺ
کے کجاوے میں نیزہ مارا تھا۔

ع جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

دوسری صاحبزادی

(۱۱) شیعہ کے مشہور محرر مذہب علامہ محمد باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۹
مطبوعہ تہران پر لکھا ہے۔ دوم رقیہ و گویند کہ اور اعتبہ پسر ابو لہب تزویج نمود،
درمکہ و پیش از دخول اورا طلاق گفت و در مدینہ عثمان را تزویج نمود و

عبداللہ از او بوجود آمد و در کودکی مُرد و رقیہ در مدینہ برحمۃ ایزدی واصل شد در ھنگامی کہ جنگ بدر رو داد۔

(ترجمہ) حضور ﷺ کی دوسری بیٹی رقیہ جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ ان کی شادی عتبہ پسر ابولہب سے مکہ میں کی تھی۔ اور قبل اس کے کہ وہ اس کے گھر جائیں اس نے طلاق دیدی پھر مدینہ میں ان کو عثمان سے تزویج کیا ان سے عبداللہ پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اور رقیہ کی وفات مدینہ میں ہوئی جبکہ جنگ بدر واقع ہوئی تھی۔

(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۱)

رقیہ دختر رسول ﷺ ہے

(۱) ملا محمد باقر مجلسی اپنی کتاب حیاۃ االقلوب فارسی ج ۲ ص ۳۰۵ مطبوعہ ایران پر، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عثمان و رقیہ رسول اللہ کی بیٹی زوجہ عثمان بھی ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ (دختر کا معنی بیٹی ہوتا ہے ربیبہ نہیں ہوتا)

(۲) مجلسی صاحب دوسری جگہ پر فرماتے ہیں، چوں دختر پیغمبر کہ در خانہ آن . . . بو دشنید (حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۰) (ترجمہ) جب دختر رسول نے سنا جو عثمان کے گھر میں تھیں۔ (حیات القلوب اردو ج دوم ص ۸۷۲)

(۳) علامہ مجلسی آگے چل کر اپنی کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۹۰ پر لکھتے ہیں، دختر حضرت فرمود من ھر گز دشمن پدرم را، از او پنھاں نخواھم کرد۔ (ترجمہ) دختر رسول نے کہا کہ میں اپنے باپ کے دشمن کو ان سے نہ چھپاؤں گی۔

(حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۲)

(۴) مجلسی صاحب اپنی کتاب حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹ پر ارقام فرماتے ہیں۔

چوں عثمان خبر قتل او را شنید بنزد، دختر رسول خدا ﷺ آمد و گفت تو پدر خود را خبر کردی کہ مغیرہ در خانہ منست تا او کشتہ شد۔

(ترجمہ) جب حضرت عثمان ذوالنورین کو مغیرہ کے قتل کی خبر معلوم ہوئی اپنی زوجہ دختر رسول خدا ﷺ کے پاس آئے اور کہا تم نے اپنے باپ کو اطلاع دی ہے کہ مغیرہ میرے گھر میں ہے۔ اس عبارت میں دختر رسول خدا، اور پدر خود قابل دید ہیں۔

(۵) مجلسی صاحب حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۱ پر لکھتے ہیں۔ پس آں مظلومہ بخدمت پدر خود فرستاد و از عثمان شکایت کرد۔

(ترجمہ) اس مظلومہ رقیہ نے اپنے پدر، رسول خدا کے پاس عثمان کی شکایت کہلا بھیجی۔

(حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۴)

(۶) شکایت کا سلسلہ چلتا رہا اور حضرت محمد ﷺ اپنی لخت جگر حضرت رقیہ کو فرمایا اپنی شرم و حیا کو قائم رکھو کیونکہ یہ بری بات ہے کہ دین اور بلند نسب والی عورت اپنے شوہر کی شکایت کرے۔ (حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۱، حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۴)

(۷) آخری مرتبہ رقیہ نے کہلا بھیجا کہ اس شخص نے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ اگلی کہانی ملا محمد باقر مجلسی کی زبان سے سنیے وہ فرماتے ہیں۔ دریں مرتبہ آن حضرت علی ابن ابی طالب را طلبید و فرمود شمشیر خود را بردار و برو بخانہ دختر عم خود، و اورا بنزد من بیاور (ترجمہ) اس مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو بلا کر فرمایا اپنی تلوار لے کر جاؤ اور عثمان کے گھر سے اپنی دختر عم کو میرے پاس لے آؤ۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۸۷۴)

(۸) پھر حضرت بھی بیتابانہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور شدت اندوہ سے گویا حیران تھے۔ جب آنحضرت ﷺ عثمان کے گھر پہنچے جناب امیر اس مظلومہ کو باہر لا چکے تھے جب رقیہ نے اپنے پدر ﷺ کو دیکھا تو چیخ کر رونے لگیں آنحضرت ﷺ ان کا حال دیکھ کر بہت روئے اور ان کو اپنے گھر لے آئے جب گھر پر پہنچی تو پیٹھ کھول کر اپنے باپ بزرگوار کو دکھائی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو بہت سیاہ اور زخمی ہو گئی ہے، تو تین مرتبہ فرمایا۔ کیوں تجھ کو مارا۔ خدا اس کو قتل کرے یہ واقعہ روز یکشنبہ (اتوار) کا تھا۔

(۹) چوں شب شدآں در پهلو جاریه دختر رسول خوابیده باو . . . کرد، رات ہوئی تو عثمان نے دختر رسول کی کنیز سے...... کیا۔ (حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۸۷۵)

اس عبارت کے نقل کرنے کا ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ شیعہ نے یہاں بھی سیدہ رقیہ کو دختر رسول تسلیم کیا ہے۔ اور ہم بھی یہی ثابت کرنا چاہتے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی دختر تھیں۔ ملا محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ پر لکھتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے ام کلثوم کا نکاح، حضرت عثمان بن عفان سے کیا اور وہ قبل اس کے کہ ان کے گھر جائیں رحمت الٰہی سے واصل ہوگئیں۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۶۹) مجلسی صاحب کے جھوٹ کا پول اس حوالے نے کھول کر رکھ دیا کیونکہ وہ بار بار یہ لکھتے رہے کہ ام کلثوم پر حضرت عثمان ظلم کرتے رہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

حضرت علی کا فیصلہ

امیر المومنین سیدنا علی مولیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہم زلف امیر المومنین حضرت عثمان کو فرماتے ہیں۔ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَشِيْجَةَ رِحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَالَمْ يَنَالَا۔ اور تم رسول اللہ ﷺ سے خاندانی قرابت کی بنا پر ان دونوں (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) سے قریب تر ہو اور سرکار کی دامادی بھی تمہیں نصیب ہوئی جو انہیں حاصل نہ تھی (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۶۸)۔ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو داماد رسول ثابت کریں۔ لیکن ان کا نام لے کر روٹی کھانے والے انکار پر سر دھریں۔ ہائے افسوس

(۱۰) مجلسی صاحب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۹۲ پر لکھتے ہیں، بسند معتبر از آں حضرت روایت کرده است که چوں رقیه دختر رسول خدا وفات یافت حضرت رسول او را خطاب نمود که ملحق شو بگذشتگان شائسته ما

(ترجمہ) بسند معتبر انہیں حضرت سے روایت ہے کہ جب رقیہ بنت رسول نے وفات پائی

حضرت نے ان سے خطاب فرمایا کہ ہمارے گذرے ہوئے نیک لوگوں سے مل جاؤ۔

(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۵)

(۱۱) علامہ محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۹۲ پر لکھتے ہیں، ابن ادریس بسند صحیح از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ رسول خدا ﷺ دختر بدو منافق داد کہ یکے ابو العاص پسر ربیع و آں دیگرے کہ عثمان بود، حضرت برائے تقیہ نام نبرد۔

(ترجمہ) ابن ادریس بسند صحیح امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے بیٹی دو منافقوں کو دی ان میں ایک ابوالعاص بن ربیع تھا دوسرے عثمان۔ لیکن حضرت نے تقیہ کی وجہ سے ان کے نام نہ لئے۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۵) مومنوں کو منافق کہنا شیعہ کی پرانی عادت ہے۔ ان کو منافق کہنے میں دراصل رسول اللہ ﷺ پر حملہ ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کے لیے مومنوں کا رشتہ نہ مل سکا اور آپ نے پاک بیٹیوں کو منافقوں کے حوالے کر دیا۔ منافق کو جہنم کے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا۔ (القرآن) کیا معصوم رسول نے معاذ اللہ منافقوں کو اپنی بیٹیاں جو بقول شیعہ معصوم تھیں دے دیں؟

خوف خدا نہ شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

تیسری صاحبزادی

(۱۲) حضور ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں عثمان کو دیں۔ ملا محمد باقر مجلسی (حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۲) پر ارقام فرماتے ہیں۔ عیاشی روایت کردہ است کہ حضرت صادق علیہ السلام پرسیدند، کہ آیا رسول خدا ﷺ دختر خود را بعثمان داد حضرت فرمود بلی راوی گفت کہ چوں دختر آنحضرت را شہید کرد باز دختر دیگر باو داد حضرت فرمود بلی و حق تعالیٰ درآں واقعہ ایں آیہ فرستاد۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَيْرًا (الایۃ)

(ترجمہ) عیاشی نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت صادق علیہ السلام سے دریافت

کیا کہ کیا جناب رسول خدا نے اپنی بیٹی عثمان کو دی حضرت نے فرمایا ہاں، راوی نے پوچھا کہ جب انہوں نے حضرت کی بیٹی کو شہید کر دیا تو دوسری بیٹی بھی ان کو دی فرمایا ہاں، اور حق تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ۔

(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۶)

عیاشی اور مجلسی نے آیت کے ذریعہ سے داماد، رسول کریم کو جو گالی دی ہے وہ نا قابل برداشت ہے لیکن یہ ثابت ہوگیا ہے کہ سرکار ﷺ نے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کو عطا فرما کر انہیں ذوالنورین بنا دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ سن دو ہجری میں سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی پھر سرکار نے اپنی لخت جگر ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ وَلِهٰذَا کَانَ یُقَالُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانِ ذُوالنُّوْرَیْن۔ اس لئے حضرت عثمان کو ذوالنورین دو، نوروں والا کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی نبی کی دو لڑکیاں یکے بعد دیگرے کسی صحابی کے عقد میں آئی ہوں سوائے حضرت عثمان کے کسی کو یہ اعزاز نصیب نہیں ہوا۔

(البدایہ والنھایہ عربی ج ۳ ص ۳۴۷)

ہمارے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے خوب منظر کشی فرمائی ہے۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت عثمان داماد رسول ﷺ

شیعہ کے نزدیک نہج البلاغہ کا درجہ تمام کتب سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبات ہیں۔ چنانچہ ایک بار مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کلمات سے سرفراز فرمایا۔ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ اَبِی الْقُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِاَوْلٰی بِعَمِلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَشِيْجَةَ رِحْمٍ مِّنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَالَمْ يَنَالَا

(نہج البلاغہ ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ لبنان)

جس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں تم بھی صحابی ہو اور حق پر چلنے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر تم سے زیادہ نہ تھی۔ (یعنی جس طرح وہ حق پر عمل کرتے رہے تم بھی کرر ہے ہو) اور تم تو رسول اللہ ﷺ کے خاندانی قرب کی بناء پر ان سے زیادہ قریب ہو اور ان کے داماد ہونے کا تمہیں شرف حاصل ہے جو انہیں حاصل نہیں تھا۔

حضرت عثمان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت پر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے وہ حضرت عبدالمطلب کی نواسی کے فرزند ہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتویں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آٹھویں پشت میں نسب مل جاتا ہے لیکن حضرت عثمان کے عقد میں رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہیں۔ اس لیے انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ یہ ایسی فضیلت جو حضرت عثمان کے سوا کسی پیغمبر کے کسی صحابی کے حصے میں نہیں آئی۔ (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۶۸ حاشیہ نمبر ۲۔ تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۱۶)

(۱۲) علامہ محمد باقر مجلسی اپنی مشہور کتاب حیاۃ القلوب جلد دوم ص ۵۸۹ مطبوعہ تہران پر لکھتے ہیں۔ سوم ام کلثوم و اورا، نیز عثمان . . . بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت بر حمت ایزدی واصل شد۔

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ کی تیسری بیٹی ام کلثوم تھیں رقیہ کے بعد ان کی شادی عثمان سے ہوئی اور کہتے ہیں کہ وہ سات ہجری میں انتقال کر گئیں (حیاۃ القلوب اردو جلد ۲ ص ۸۷۱)

چوتھی صاحبزادی

(۱۳) حجۃ الشیعہ علامہ محمد باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۸۹ پر لکھا ہے۔

چہارم حضرت فاطمہ است کہ تفصیل احوال آنجناب بعد از این در مجلد دیگر بیان خواہد شد (ترجمہ) حضور پرنور ﷺ کی چوتھی بیٹی جناب فاطمہ زاہرا تھیں جن کے حالات اس کے بعد دوسری جلد میں انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان

کئے جائیں گے۔ (حیاۃ القلوب اردو جلد ۲ ص ۸۷۲)

زہرا سے پیار کیوں؟

ملا محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ معتبر سند کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ فاطمہ کو بہت چومتے ہیں اسے اپنے بغل میں لیتے رہتے ہیں اور بار بار اپنے پاس بلاتے ہیں۔ ونسبت باولطفے چند مے نمائی که نسبت بسائر دختران خودنمے نمائی؟ حضرت فرمود سببش آنست که جبرئیل سیبے از سیبهائے بهشت برائے من آورد پس آن راتناول کردم نطفه شددر صلب من پس باخدیجه مقاربت کردم و بفاطمه حامله شد و من پیوسته از وبوئے بهشت مے شنوم (جلا العیون ج ا ص ۱۲۷) اور اس سے اتنا تلطف فرماتے ہیں کہ اپنی دوسری بیٹیوں سے نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک سیب میرے لیے لے آئے میں نے اس کو تناول کیا وہ میری صلب میں نطفہ بن گیا۔ پھر میں نے خدیجہ سے ہم بستری کی تو وہ ''فاطمہ''، سے حاملہ ہوگئی اور میں ہر وقت اس سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ سیدہ زینب وام کلثوم ورقیہ بھی حضور ﷺ کی بیٹیاں ہیں۔ اگر وہ آپ کی بیٹیاں نہ ہوتیں تو صحابہ کرام وآل اطہار کو یہ سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی بالفرض وہ سوال کرتے تو آپ انہیں بتادیتے کہ وہ میری صلبی بیٹیاں نہیں ہیں اور فاطمہ ہی میری صلب سے ہے اس لیے یہ مجھے زیادہ پیاری ہے۔ آپ نے پیار کی وجہ صرف بہشت کے سیب کو قرار دیا اور تین بیٹیوں کا اپنی صلب سے انکار نہ کیا لہٰذا شیعہ کو بھی انکار نہ کرنا چاہیے اور آپ کی چار بیٹیوں کو تسلیم کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں بھلائی و بہتری ہے۔

(۱۴) زہرا کی شادی کے مشیر

شیعہ کا مشہور سیرت نگار علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ اپنی مقبول کتاب جلاء العیون

جلد ا ص ۱۶۷ وص ۱۶۸۔ فصل پنجم کی چھٹی روایت یوں لاتے ہیں۔ و شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المؤمنین روایت کردہ است کہ نزد من آمدند ابو بکر و عمر و گفتند کہ چرا بنزد حضرت رسول ﷺ نمی روی کہ فاطمہ را خواستگاری نمائی؟ پس من رفتم بخدمت آن حضرت۔

(ترجمہ) شیخ طوسی سند معتبر سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میرے پاس ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آئے اور فرمایا۔ تم حضور ﷺ کے پاس کیوں نہیں جاتے کہ ان سے فاطمہ مانگو۔ تو میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گیا۔ مولا علی نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مشورہ مان لیا تھا۔ اب شیعہ پر فرض ہے کہ وہ ان کو خلیفہ بھی مان لیں۔

(۱۵) علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب جلاء العیون ج ا ص ۱۶۹، مطبوعہ تہران پر لکھتے ہیں۔ پس ابو بکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید کہ بنزد علی برویم و اورا تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی اورا مانع باشد ما اورا درین باب مدد کنیم۔

(ترجمہ) پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ کو فرمایا اٹھو اور حضرت علی کے پاس چلیں اور اسے سمجھائیں کہ وہ فاطمہ کی خواستگاری کرے اگر اسے تنگدستی مانع ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی کے خیر خواہ تھے۔ بدخواہ و بے وفا نہ تھے۔

(۱۶) شیعہ کے مجلسی صاحب، جلاء العیون فارسی جلد ا ص ۱۷۰ پر لکھتے ہیں۔ چوں حضرت امیر المؤمنین ایں سخناں را، از ابو بکر شنید آب از دیدھائے مبارک کش فرو ریخت و فرمود... و لیکن با عتبار تنگدستی شرم میکنم از آنکہ این معنی را، اظہار نمایم پس ایشاں بھر نحو کہ بود آنحضرت را، راضی کردند کہ بخدمت حضرت رسول ﷺ رود و فاطمہ را، از آنحضرت خواستگاری نماید۔

(ترجمہ) حضرت امیر المؤمنین نے جب یہ باتیں حضرت ابوبکر سے سنیں رونے لگے اور

کہنے لگے یہ تو میرے دل کی آواز تھی جو تم نے تازہ کر دی لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں شرم کرتا ہوں کہ اس آرزو کا اظہار کیسے کروں؟ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت سعد نے آنحضرت کو ہر طرح سے راضی کیا کہ وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور ان سے فاطمہ مانگیں۔ حضرت ابوبکر و عمر اور علی رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر راضی تھے اور ایک دوسرے کی بات کو مانتے تھے۔

(۱۷) حضرت ابوبکر و عمر کی خوشی

مجلسی صاحب اپنی کتاب جلاء العیون فارسی ج ا ص ۱۷۴ پر لکھتے ہیں۔ چوں ایشاں آں خبر را شنیدند بظاہر اظہار فرح و شادی کردند (ترجمہ) حضرت ابوبکر و عمر اور سعد نے حضرت علی کی شادی کی خبر سنی تو بظاہر خوشی کا اظہار کیا۔ سبحان اللہ۔ وہ کیوں خوش نہ ہوتے جب کہ شادی کے سلسلے میں انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا اور حضرت علی سے خیر خواہی کا حق ادا کیا۔

(۱۸) جہیز زہرا کا خریدار

مجلسی صاحب اپنی معتبر کتاب جلاء العیون ج ا ص ۱۷۶ پر رقم طراز ہیں۔ ترجمہ:۔ حضرت امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اے علی اٹھو اور ذِرّہ بیچو۔ میں نے ذرہ بیچ دی اور اس کی رقم پکڑ لی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور، رقم آپ کی جھولی میں ڈال دی۔ آپ نے ایک مٹھی بھری اور بلال کو دیکر فرمایا فاطمہ کیلئے خوشبو لے آؤ۔

پس دو کف از آں درھم بر گرفت و باابوبکر، داد فرمود کہ بِرَو ببازار، وازبرائے فاطمہ بگیر آنچہ اور ادر کار است از جامہ و اساس البیت ۔ ترجمہ: پھر حضور ﷺ نے دو مٹھیاں درہموں کی اٹھائیں اور حضرت ابوبکر کو دیکر فرمایا۔ بازار جاؤ اور فاطمہ کیلئے کپڑے و گھریلو سامان جو اس کیلئے درکار ہے لے آؤ۔ شہزادیٔ کونین کی

ضروریات کو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رسول اللہ ﷺ اور آل اطہار کے خیر خواہ اور با اعتماد تھے۔

(۱۹) علی سے شادی پر اعتراض

جناب علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ اپنی من پسند کتاب جلاء العیون فارسی ج ا ص ۱۸۵ پر لکھتے ہیں کہ۔علی بن ابراہیم نے بسند معتبر روایت کی ہے جب کوئی حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگنے کیلئے حضور ﷺ کے پاس آتا تو آپ اس سے منہ پھیر لیتے اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔جب آپ نے فاطمہ کو حضرت امیر المومنین سے تزویج کا ارادہ فرمایا' فاطمہ سے سرگوشی فرمائی حضرت فاطمہ نے جواب دیا۔ اختیار من باتست لیکن زنان قریش در حق علی میگویند کہ او مردیست شکم بزرگ و دستھائے بلند دار دو بندھائے استخوانش گندہ است و پیش سرش مُو، ندارد، و چشمھائے بزرگ دارد پیوستہ دندان ھائیش بخندہ کشاد است و مالے ندارد۔

(ترجمہ) میرا آپ کو اختیار ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علی کا پیٹ بڑا ہے۔اس کے ہاتھ لمبے ہیں، جوڑ موٹے ہیں، اس کے سر پر بال نہیں اس کی آنکھیں بہت بڑی اور موٹی ہیں، ہنستے ہوئے اس کے دانت کھل جاتے ہیں اور وہ کنگال ہے۔

اے شیعہ قوم! آپ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ عیب پائے جاتے تھے۔جو حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے بلا جھجک بارگاہ رسالت مآب میں گن کر سنا دیئے تھے۔آگے چل کر ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جوابات کا ایک طویل سلسلہ شروع فرمایا۔ایک جواب یہ ہے۔فرمایا فاطمہ تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کائنات کے تمام لوگوں سے چن لیا ہے۔اور علی کو مردان عالم سے چن لیا ہے۔اور تجھے زنان عالم سے چن لیا ہے۔فاطمہ! شب معراج میں نے صخرہ بیت المقدس پر لکھا دیکھا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (1) میں نے اس کی تائید و مدد اس کے وزیر سے کی

1۔یہ وہ کلمہ ہے جو مسلمان پڑھتے ہیں، شیعہ کی کتابوں میں اس کلمے کو لکھا گیا ہے چنانچہ علل (بقیہ آگے)

ہے۔میں نے جبرائیل سے پوچھا میرا وزیر کون ہے۔کہا علی ابن طالب (جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۵) لہٰذا اس کے ساتھ شادی کر لو۔اس جواب سے بھی یہ ثابت ہوا کہ زہرا علی سے شادی کے لیے تیار نہ تھیں۔

بی بی کو راضی کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو جوابات کا سلسلہ شروع کرنا پڑا۔مگر جوابات سے بھی بی بی مطمئن نہ ہو سکیں۔بی بی روتی رہتی تھیں۔انہیں اس حالت میں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو کہنا پڑا۔بخدا سوگند اگر درمیان اہل من از او بہترے مے بود ترا باو تزویج مے کردہ و من ترا باو تزویج نکردم خدا ترا باو تزویج کرد و خمس دنیا را صداق تو گردانید تا آسمان و زمین باقی است۔خدا کی قسم اگر میرے خاندان میں علی سے بہتر کوئی ہوتا تو میں تجھے اس کو بیاہ دیتا اور میں نے تجھے علی کے ساتھ نہیں بیاہا۔خدا نے تجھے بیاہ دیا ہے اور جب تک زمین و آسمان باقی ہیں۔دنیا کا خمس (پانچواں حصہ) تیرا مہر مقرر کر دیا ہے)۔

(جلاء العیون ج ۱ ص ۱۹۴)

(۲) ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ شادی کے چوتھے روز حضور پرنور ﷺ حضرت علی کے گھر گئے۔علی کو باہر نکال دیا، فاطمہ سے خلوت میں پوچھا۔اے بیٹی اپنے شوہر کا حال سناؤ۔ فاطمہ نے کہا اچھا شوہر ہے لیکن قریش کی عورتیں کہتیں ہیں کہ رسول نے تجھے ایسے کو دے دیا ہے جو پریشان حال اور کنگال ہے۔پھر حضرت علی کو اندر بلایا اور فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ مہربانی کر۔کیونکہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جو اسے طیش میں ڈالے اس نے مجھے طیش

(بقیہ گزشتہ) الشرائع اردو ج ۱ ص ۴، تحفۃ الابرار ص ۴۹، معانی الاخبار اردو ج ۲ ص ۴۲۰، اصول کافی ج ۵ ص ۱۳۷ و ص ۱۴۳ ص ۱۴۸، جلاء العیون ج ۱ ص ۹۹۶ و ص ۳۰۳ و ج ۲ ص ۶۲۴ پر (لا الٰہ الا اللہ) موجود ہے۔اور علل الشرائع اردو ج ۱ ص ۴۱۶، حق الیقین ج ۱ ص ۱۳۶، حیات القلوب فارسی ج ۱ ص ۱۲۱ و ص ۱۲۲ و حیات القلوب فارسی ج ۲ ص ۸ و ص ۹ و ص ۳۱۲ و حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۳۴۳ و ص ۳۴۹ پر۔(لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) موجود ہے۔اور اصول کافی ج ۲ ص ۱۵ و ص ۱۴، علل الشرائع ج ۱ ص ۱۳۴ و فروع کافی ج ۱ ص ۱۶۳ و ص ۱۷۵ و جلاء العیون ج ۲ ص ۶۰۵ پر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ۔یا محمدا عبدہ و رسولہ

دلایا۔ جو اسے خوشی پہنچائے اس نے مجھے خوش کیا۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۴)

ع برسر بام آکہ عجب تماشائیست

شکایات

شیعوں کے نزدیک بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت علی کے گھر رہ کر تکلیف میں زندگی بسر کی اور وہ بار بار رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کی شکایت کرتی تھیں۔ چنانچہ شیعہ کی کتاب کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے شکایت کی کہ حضرت علی (علیہ السلام) جو کچھ کماتے ہیں۔ فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضور پرنور نے فرمایا۔ اے فاطمہ مجھے میرے بھائی اور چچازاد پر غصہ دلانا چاہتی ہے سن لے اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے اور میری ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ پس حضرت فاطمہ فرمانے لگیں۔ میں اللہ و رسول کے غضب سے پناہ مانگتی ہوں۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۱۹۴) اس سے ثابت ہوا کہ بی بی فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کرنے میں راضی نہ تھیں اور علی کی خود مختاری کو پسند نہ کرتی تھیں۔

(۲) ایک اور شکایت کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ ایک دن حضرت فاطمہ علیہا السلام گھر تشریف لے آئیں۔ دید کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام درد امن آن کنیزک است۔ دیکھا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا سر ایک کنیز کی جھولی میں تھا۔ بی بی نے یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو کر فرمایا۔ آیا کارے کردی باا و۔ کیا اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے۔ آپ نے فرمایا اے دختر محمد قسم بخدا میں نے اس کے ساتھ کام نہیں کیا۔ اب تو جو چاہے میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ بی بی نے فرمایا مجھے اجازت دے میں اپنے باپ کے گھر جاتی ہوں۔ آپ نے فرمایا چلی جا۔ بی بی چادر و برقع اوڑھ کر باپ بزرگوار کے گھر روانہ ہوئی ابھی پہنچی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل آگیا۔ اللہ تعالیٰ کے سلام دیئے اور کہا اللہ فرماتا ہے فاطمہ تیرے پاس شکایت لے کر آرہی ہے۔ علی کے بارے میں اس کی کوئی بات نہ مان۔ جب فاطمہ آگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی کی شکایت کرنے آ

گئی ہو۔ اس نے کہاہاں۔ فرمایا ابھی چلی جا اور علی کو جا کر کہہ دے میری ناک خاک آلود ہو میں راضی ہوں۔ جو کچھ تو نے کیا ہے۔ (ٹھیک کیا ہے) فاطمہ واپس چلی گئی اور جا کر تین بار اس طرح کہا۔ (جلا العیون ج ا ص ۱۹۶) جب بات کچھ نہ تھی تو سیدہ کا متغیر ہونا پھر خاص کام کے بارے میں پوچھنا اور آپ کا قسم کے ساتھ یقین دلانا پھر باپ کے گھر چلی جانا کیوں پیش آیا؟ پھر اللہ تعالیٰ سے حکم کا آنا کہ فاطمہ کو کہو واپس جا کر علی کو کہے کہ تو نے جو کچھ کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ لوگو! یہ کیا تماشہ ہے؟ پاک حضرات پر یہ تہمت نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) طویل ترین کہانی کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ شیخ صدوق اور ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ ایک شخص نے بنت رسول کو کہا کہ علی، ابوجہل کی دختر سے شادی کر رہا ہے...... حضرت فاطمہ کو اس بات کا بہت دکھ ہوا رات آ پہنچی تو آپ نے امام حسن کو داہنے کاندھے پر بٹھایا اور امام حسین کو بائیں کندھے پر بیٹھایا اور ام کلثوم کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑا اور وہاں سے (شوہر کی اجازت کے بغیر) اپنے پدر بزرگوار کے حجرہ میں آ گئیں۔ جب حضرت علی آئے تو دیکھا اپنا حجرہ خالی ہے اور فاطمہ نہیں ہے۔ اس سے حضرت علی کو بڑا دکھ ہوا...... آپ اپنے حجرے سے نکل کر مسجد میں آئے کچھ نمازیں پڑھیں پھر مسجد کی کچھ ریت جمع کر کے اس کو تکیہ بنا کر لیٹ رہے۔ جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ فاطمہ بہت رنجیدہ ہیں۔ تو آپ نے ان کے ہاتھ منہ دھلائے لباس زیب تن کیا مسجد میں آئے۔ مسلسل نماز پڑھتے رہے۔ دعا کرتے رہے بار الہا فاطمہ کے حزن و غم کو دور کر فاطمہ کروٹیں بدل رہی ہے۔ و نالہائے بلند مے کرد۔ اور با آواز بلند رو رہی ہیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ فاطمہ کی نیند اچاٹ ہے اور انہیں قرار نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی اٹھو۔ وہ اٹھیں تو امام حسن کو گود میں لیا فاطمہ نے حسین کو گود میں لیا اور حضرت علی کے پاس پہنچے۔ دیکھا وہ لیٹے ہوئے تھے۔ آنحضرت نے اپنا پاؤں حضرت علی کے پاؤں پر رکھا اور کہا اے ابوتراب اٹھو! تم نے کتنے لوگوں کے سکون کو خراب کیا ہے۔ جاؤ ابوبکر، عمر و طلحہ کو لے آؤ۔ علی ان کو لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم ہے کہ فاطمہ میری پارہ جگر ہے وہ مجھ سے ہے اور میں اس

سے ہوں جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے میرے مرنے کے بعد اسے اذیت دی ایسا ہے جیسا اس نے میری زندگی میں اسے اذیت دی اور جس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی ایسا ہی ہے جیسے میرے مرنے کے بعد اسے اذیت دی۔ حضرت علی نے کہا: جی ہاں مجھے معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت علی نے کہا جو خبر فاطمہ کو پہنچی ہے وہ غلط ہے (علل الشرائع اردو ج ۱ ص ۱۴۰ وص ۱۴۱۔ جلا العیون ج ۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸) اس کہانی میں راز و رموز ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں (۱) بی بی فاطمہ جھوٹی باتوں کو مان جایا کرتی تھیں (۲) شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے بچوں سمیت چلی جاتی تھیں (۳) حضرت علی بھی اس خبر سے بے خبر تھے (۴) گھر خالی دیکھ کر حضرت علی کو بڑا دکھ ہوا یعنی زہرا نے آپ کو دکھ میں مبتلا کر دیا (۵) زہرا پریشانی کے وقت نماز و صبر سے کام نہ لیتی تھیں بلکہ آہ و فغاں کرتی رہتی تھیں (۶) حضرت علی کو ابوتراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مٹی پر سوئے ہوئے تھے (۷) حضرت ابوبکر، عمر و طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضور ﷺ کے بااعتماد صحابی تھے کہ ان کے بغیر آپ نے حضرت علی سے بات کرنی گوارا نہ فرمائی (۸) آپ نے فاطمہ کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد قرار دیا (۹) علی کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بات یہ تھی جو غلط ہے؟

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرت علی کے گھر بی بی کی حالت

روایت کی گئی کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے قبیلہ بنی سعد کے ایک شخص سے فرمایا سنو میں تم سے اپنے اور فاطمہ زہراء کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہ میرے پاس تھیں تو پانی کی مشکیں اٹھائیں کہ ان کے سینے پر نیل پڑ گیا اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے۔ اور گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور دیگچی کے نیچے اتنی آگ روشن کی کہ ان کے کپڑے دھوئیں سے بھر گئے۔ اور اس کی وجہ سے وہ شدید تکلیف میں تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاتیں اور ان سے ایک

خادمہ کی درخواست کرتی تو جس تکلیف میں تم ہو وہ دور ہو جاتی۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ کے پاس گئیں اور جب وہ پہنچیں تو وہاں چند لوگوں کو آپ سے محو گفتگو پایا تو انہیں لوگوں کے سامنے کچھ کہتے شرم آئی۔ چنانچہ واپس آ گئیں اور آنحضرت نے سمجھ لیا کہ یہ کسی کام سے آئیں تھیں تو دوسرے دن آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے پاس آئے اور ہم لوگ اپنے لحاف میں لیٹے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے آ کر کہا۔ السلام علیکم۔ مگر ہم لوگ خاموش رہے۔ آنحضرت نے پھر کہا السلام علیکم! اب ہم لوگ ڈرے کہ اگر ہم لوگ جواب سلام نہیں دیتے تو آپ واپس چلے جائیں گے اور کبھی کبھی آپ ایسا کرتے بھی تھے کہ تین مرتبہ سلام کرتے اگر جواب ملا تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جاتے تھے۔ تو ہم لوگوں نے کہا۔ علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو آپ اندر تشریف لائے اور ہم لوگوں کے سرہانے بیٹھ گئے پھر پوچھا اے فاطمہ کل تم کو مجھ سے کیا کام تھا۔ اب میں ڈرا کہ اگر جواب نہ دیا تو آپ اٹھ کر چلے نہ جائیں۔ اس لیے میں نے لحاف سے سر نکالا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم میں آپ کو بتاتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے پانی کی اتنی مشکیں اٹھائیں کہ ان کے سینہ پر نیل پڑ گیا۔ اتنی چکی پیسی ہے کہ ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے اور گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ سارے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور دیگچی کے نیچے اتنی آگ روشنی کی کہ سارا لباس دھوئیں سے بھر گیا۔ تو میں نے ہی ان سے کہا اگر تم اپنے والد کے پاس جا کر ایک خادمہ کے لیے کہتیں تو ان کاموں کی تکلیف سے نجات مل جاتی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو ایسی چیزیں کیوں نہ بتاؤں جو خادم سے تم دونوں کے لیے بہتر ہو سنو۔ جب تم دونوں اپنے بستر پر جاؤ تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمدللہ کہہ لیا کرو۔ یہ سن کر فاطمہ نے اپنے لحاف سے سر نکالا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی ہوں میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی ہوں۔

(مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيهِ اردو ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ الکسا کراچی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ روایت چونکا دینے کے لیے کافی ہے۔ اس سے

یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیدر کرار کے گھر میں سکون نصیب نہیں تھا۔ کبھی وہ مشکیں اٹھاتیں نظر آتیں، کبھی چکی پیستے نظر آتیں اور کبھی گھر کو جھاڑتے نظر آتیں اور کبھی دیگچی کے نیچے آگ جلاتی نظر آتیں۔ ان کاموں کی شدت کا عالم یہ تھا کہ مشکوں سے سینے پر نیل پڑ گیا، چکی سے ہاتھ پر گھٹے پڑ گئے، جھاڑو دینے سے سارے کپڑے غبار میں آلود ہو گئے اور آگ جلانے سے سارا لباس دھویں سے بھر گیا۔ حضرت علی نے بی بی کو کچھ سہولت میسر نہ فرمائی۔ اور ان کی مشکل کشائی نہ کی۔ اس گرہ کو کھولنے کے لیے انہوں نے در رسول علیہ السلام پر دستک دلانی چاہی تو وہ بھی غیر مفید ثابت ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بی بی گدھے پر

ملا محمد باقر مجلسی لکھتا ہے کہ رات کو حضرت علی نے بی بی کو گدھے پر بٹھایا اور حسنین کے ہاتھوں کو پکڑ کر بدریوں، مہاجروں اور انصاریوں کے گھروں میں گئے انہیں اپنا حق امامت وخلافت یاد دلایا اور ان سے مدد مانگی۔ چوالیس آدمیوں کے سوا سب جواب دے گئے۔

دوسری روایت میں ہے صرف چوبیس آدمی آمادہ ہوئے آپ نے فرمایا اگر سچے ہو تو اپنا سر کٹانے کے لیے اسلحہ لے کر صبح میرے پاس آ جانا اور میرے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کرنا۔ جب صبح ہوئی تو سوائے چار آدمیوں کے کوئی نہ آیا وہ چار آدمی یہ ہیں۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار۔ دوسری روایت میں عمار نہیں بلکہ زبیر ہیں۔ حضرت علی تین راتیں چکر لگاتے رہے مگر ان چار کے بغیر کوئی بھی آپ کی حمایت کے لیے تیار نہ ہوا۔

(حق الیقین ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ ایران)

ایک طرف بی بی کی پردہ داری اور علی کے شیر خدا ہونے کا دعویٰ اور دوسری طرف یہ کہانی، ان میں کوئی مطابقت ہے؟ اگر ہے تو ایسی فہم کا خدا ہی حافظ۔ مگر ہمارا ایمان ہے

بے اجازت جن کے گھر جبرئیل آتے نہیں

قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت

مصحف فاطمہ اور جبرائیل

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ حضرت فاطمہ بعد وفات رسول ۷۵ دن زندہ رہیں اور ان پر باپ کا شدید غم طاری تھا۔ جبرائیل ان کے پاس آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے ان کا دل بہلاتے تھے اور ان کے پدر بزرگوار کا حال سناتے تھے اور ان کی جگہ بتاتے تھے اور تمام واقعات سناتے تھے جو ان کو پیش آنے والے ہیں حضرت علی ان واقعات کو لکھتے جاتے تھے پس یہ ہے مصحف فاطمہ (اصول کافی عربی و اردو ج ۲ ص ۱۲۵۔ مطبوعہ شمیم بک ڈپو کراچی، جلاء العیون ج ا ص ۱۹۹ مطبوعہ ایران)

امام جعفر علیہ السلام فرماتے تھے کہ ۱۲۸ھ میں فلاسفر ظاہر ہوں گے جو منکر اسلام و توحید ہوں گے یہ میں نے مصحف فاطمہ میں دیکھا ہے راوی نے پوچھا مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو جنابہ فاطمہ پر ہجوم غم و اندوہ ہوا ایسا کہ جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا خدا نے ان کے پاس اس غم سے تسلی دینے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ جس نے ان سے کلام کیا۔ حضرت فاطمہ نے یہ واقعہ امیر المومنین علیہ السلام سے بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اب جب یہ فرشتہ آئے اور تم اس کی آواز سنو تو مجھے بتانا چنانچہ جب یہ فرشتہ آیا تو حضرت فاطمہ نے آگاہ کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام فرشتے کی تمام باتوں کو لکھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ باتیں اس مصحف میں لکھی گئیں۔ پھر فرمایا اس میں حلال و حرام کا ذکر نہیں بلکہ آئندہ ہونے والے واقعات کا ذکر ہے۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۳ و ۱۲۴ مطبوعہ شمیم بک ڈپو کراچی)

پہلی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ بعد وفات رسول ﷺ ۷۵ دن زندہ رہیں اور ان پر باپ کا شدید غم طاری تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ فاطمہ پر ہجوم غم و اندوہ ہوا ایسا کہ جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس عالم و حالت میں فدک کے پیچھے بھاگنا اور گدھے پر سوار ہو کر امامت و خلافت طلب کرنا چہ معنی دارد؟

(۲) پہلی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام بی بی کے پاس آتے تعزیت کرتے

ان کا دل بہلاتے انہیں سرکار کا حال سناتے اور سیدہ کو درپیش آنے والے واقعات بتاتے۔ حضرت علی ان واقعات کو لکھتے جاتے۔ دوسری روایت میں ایک فرشتہ کا ذکر ہے یہ فرشتہ اگر حضرت جبریل علیہ السلام تھا تو فبہا ورنہ یہ فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام کا ماتحت ہوگا کیونکہ وہ رسول ملائکہ اور تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ لیکن شیعہ الٹی گنگا بہاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کو...... جبریل کا استاد مانتے ہیں...... نیز انہیں محمد وآل محمد کا خادم جانتے ہیں (حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی فرمان علی ص ۶۳۰ و ۶۳۳) حضرت علی، جبریل کے استاد ہوتے تو ان کے بتائے ہوئے واقعات کیوں لکھتے بلکہ فرمادیتے شاگرد جی تم خود لکھو نیز کیا غیر رسول رسول سے افضل یا اس کا استاد یا اس کا مخدوم ہو سکتا ہے؟ غیر رسول کو رسول سے افضل ماننا بہت بڑی جسارت ہے۔ اس کے بارے میں فتویٰ آگے آرہا ہے۔

قرآن سے تین گنا زیادہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر کو فرمایا۔ ہمارے پاس مصحف فاطمہ بھی ہے لوگ کیا جانیں وہ کیا ہے؟ ابو بصیر نے کہا وہ کیا ہے۔ فرمایا، تمہارے اس قرآن سے وہ مصحف تین گنا زیادہ ہے (اصول کافی اردو، عربی ج ۲ ص ۱۲۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے ستر ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے اور رسول ﷺ نے اس کو اپنے دہن مبارک سے بیان فرمایا اور حضرت علی نے ان کو اپنے ہاتھ سے لکھا اس میں تمام حلال و حرام کا ذکر ہے۔ (اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۳)، پچھلی روایت میں تھا کہ اس میں حلال و حرام کا ذکر نہیں۔ اس روایت میں ہے کہ اس میں حلال و حرام کا ذکر ہے۔ یہ آنکھ مچولی بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

ستر ہاتھ لمبا اونٹ کی ران کے برابر موٹا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جامعہ ایک صحیفہ ہے جس کا طول ستر ہاتھ جو لپیٹے جانے کے بعد اونٹ کی ران کے برابر ہو جاتا ہے۔ (اصول کافی عربی و اردو ج ۲ ص

۱۲۵)اے قوم! تیرے نصیب کا کیا کہنا تیرے صحیفوں پر حیرانگی ضرور ہوتی ہے۔

ایک کتاب

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس وہ چیزیں ہے کہ ہم اس کی وجہ سے لوگوں کے محتاج نہیں بلکہ لوگ ہمارے محتاج ہیں ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا حضرت نے لکھا اس میں حلال وحرام کا ذکر ہے ہم جانتے ہیں اس امر کو جسے تم شروع کرتے ہیں اور جانتے ہیں جب تم ختم کرتے ہو۔(اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۶)

دو کتابیں

امام پاک نے فرمایا، ہمارے پاس دو کتابیں ہیں جن میں ہر نبی کا نام لکھا ہوا ہے اور ہر بادشاہ کا جو روئے زمین پر کسی علاقے کا حکمران ہو۔(اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۶)

فضیل سے مروی ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے آنے سے پہلے کیا دیکھ رہا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔فرمایا میں مصحف فاطمہ دیکھ رہا تھا۔اس میں تمام بادشاہوں کے نام مع ان کے باپ کے ناموں کے لکھے ہیں۔میں نے ان میں اولاد امام حسن کا کوئی نام نہ دیکھا۔(اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۶) امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی کسی کو بادشہت نہیں ملی اگر ان کے نام ہوتے تو انہیں بادشاہی ضرور ملتی جب نہیں ملی تو پھر صحیفے کی صداقت کیا بنے۔

پورا قرآن علی کے پاس

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔سوائے جھوٹے کے اور کسی نے موافق تنزیل، پورے قرآن جمع کرنے کا دعویٰ نہیں کیا سوائے علی ابن طالب اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کے موافق تنزیل نہ کسی نے اس کو جمع کیا اور نہ حفظ کیا۔(اصول کافی ج ۲ ص ۱۰۸)یعنی موجودہ قرآن کو سچا ماننے والے اور تنزیل کے موافق جاننے والے سچے نہیں۔

قرآن امام کی مٹھی میں

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کتاب اللہ کا اول سے آخر تک جاننے والا ہوں گویا قرآن میری مٹھی میں ہے (اصول ہ ئی ج ۲ ص ۱۰۹) یعنی کبھی قرآن ستر ہاتھ لمبا ہو جاتا ہے کبھی وہ اونٹ کی ران کے برابر ہو جاتا ہے اور کبھی وہ امام کی مٹھی میں آجاتا ہے۔

علی کا قرآن رد

ایک طرف تو قرآن سے اہل بیت کا یوں قطع کیا گیا کہ حضرت علی کے مُرتّبہ قرآن کو جو موافق تنزیل تھا اس کو رد کر دیا گیا۔ دوسری طرف ہمارے ائمہ سے احادیث نقل نہ کی گئی اس طرح حدیث سے بھی الگ کیا گیا۔ (مقدمہ فروع کافی ج ا ص ٦)

قرآن امام مہدی لے گیا

علامحمد باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تھے حضرت علی ان کے پاس آئے اور بلند آواز سے فرمایا۔ لوگو سرکار ﷺ کے غسل اور تجہیز و تکفین کے بعد میں نے اس کپڑے میں قرآن جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ قیامت میں نہ کہنا کہ ہم اس سے غافل تھے یہ نہ کہنا کہ تم نے ہمیں اپنی مدد کے لیے نہیں بلایا تھا اور یہ نہ کہنا کہ کتاب خدا کی دعوت نہ دی تھی۔ عمر نے فرمایا، جو قرآن ہمارے پاس ہے ہمیں وہ کافی ہے۔ واحتیاج قرآن تو نداریم، ہمیں تیرے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت فرمود که که دیگر ایں قرآن رانخواهد دید مهدی از فرزندی من این راظاهر گرداند۔ حضرت نے فرمایا اب دوسرا کوئی اس قرآن کو نہ دیکھے گا یہاں تک کہ میرا فرزند مہدی اس کو ظاہر کرے گا۔ (حق الیقین، ج ا ص ۱۶۲۔ جلاء العیون ج ا ص ۲۱۳) کیا مطلب کہ اب دنیا میں اصلی قرآن نہیں ہے تو جس طرح دوسرے محروم تو شیعہ بھی محروم یعنی صراط مستقیم اور راہ حق سے سب محروم۔ معاذ اللہ

گلے میں رسی

ملا محمد باقر مجلسی کی ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن کو پوست سے چوب سے رقعہ سے اور ہڈیوں سے اتار کر اسے جمع کرنے میں لگ گئے جب قرآن جمع ہو گیا۔ اسے اصحاب کے پاس لے آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمارے پاس جو قرآن ہے وہ ہمیں کافی ہے تیرے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اب اس قرآن کو کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ امام مہدی آئے گا تو اسے نکالے گا۔ اس کے بعد گھر میں چلے گئے تو حضرت عمر نے آپ کی بیعت لینے کا مشورہ دیا۔ کشمکش جاری رہی۔ حتی کہ قنفذ اور اس کے اصحاب آپ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ شمشیر از دست آن حضرت گرفتند و رسیماں در گلوئے حق جوئے اُن مطیع ابر الٰهی انداختندو کشیدند کہ از خانہ بیرون آورند۔ آپ سے تلوار چھین لی آپ کے گلے میں رسی ڈال دی۔ اور حق تلاش کرنے والے اس مطیع ابر الٰہی علی کو گراتے اور کھینچتے ہوئے گھر سے باہر نکالا۔

(حق الیقین ج ا ص ۱۶۱ تا ۱۶۳۔ تلخیصاً)

شیعہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عروج وزوال بھی بہت واضح ہے، ہم ان کی کتابوں سے مولیٰ علی کا آغاز وانجام آپ کے سامنے رکھ کر آپ سے انصاف مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے راہ ہدایت دکھا دیتا ہے کیا شیر خدا اس طرح کی ذلت برداشت کر سکتے تھے؟ کیا اصحاب رسول، داماد، رسول سے یہ سب کچھ کر سکتے تھے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت علی کریم سے محبت کرنے والے کو مومن اور ان سے بغض رکھنے والے کو منافق قرار دیتے تھے (ترمذی شریف، مشکوۃ، تاریخ الخلفائ، الصواعق المحرقہ) پھر ان کی اپنی محبت کا عالم کیا ہوگا؟ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھتے رہے (علل الشرائع، جلاء العیون، حق الیقین) اور ان کی حکمرانی میں ان کے مشیر اعلیٰ تھے یعنی حضرت علی کریم کی مشاورت ومعاونت سے معاملات انجام پاتے تھے۔

حضرت ابوسفیان کی پیش کش

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ابو سفیان بنز د من آمدو گفت تو احقے به ایں امر از غیر تو و من یاری میکنم تو را بر هر که مخالفت تو کند و اگر خواهی پر میکنم مدینه را از سواران و پیادگان بر سر پسر ابو قحافه و من قبول نکردم۔ ابوسفیان میرے پاس آیا اور فرمایا تو غیر سے اس امر کا زیادہ حق دار ہے اور میں ابوقحافہ کے بیٹے پر تیری مدد کرنے کے لیے تیار ہوں اگر تم چاہو تو میں مدینے کو سوار اور پیدل فوج سے بھر دوں لیکن میں نے ان کی پیش کش کو قبول نہ کیا۔
(حق الیقین ج ا ص ۱۳۸)

بی بی ناراض

شیخ صدوق اور ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو وہ دونوں (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ حضرت فاطمہ نے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد کر لیا کہ میں جب تک فاطمہ سے ملاقات کر کے ان کو راضی نہ کر لوں گا کسی مکان کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤں گا۔ چنانچہ ایک شب انہوں نے بقیع کے میدان میں گزاری اور کھلے آسمان کے نیچے رہے پھر حضرت عمر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر بولے۔ ابوبکر ایک بوڑھے اور نرم دل آدمی ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں رہے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہم لوگ فاطمہ کے پاس کئی مرتبہ آئے کہ وہ ہمیں ملاقات کی اجازت دیں تاکہ ان سے مل کر صلح صفائی کر لیں۔ مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اب اگر تم اجازت دلا سکتے ہو تو دلا دو۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا اچھا۔ یہ کہہ کر آپ فاطمہ زہرا کے پاس گئے۔ اور کہا اے بنت رسول ان دونوں نے جو کچھ کیا۔ تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔ اور یہ بار بار کئی مرتبہ تم

سے ملاقات کے لیے آئے مگر تم نے اجازت نہ دی۔اب انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ تم سے انہیں ملاقات کی اجازت دلا دوں۔حضرت فاطمہ نے قسم اٹھا کر فرمایا ان کو ملاقات کی اجازت ہرگز نہ دوں گی اور سرے سے بات نہ کروں گی۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے کہ اجازت دلا دوں گا۔حضرت فاطمہ نے کہا اچھا ......آپ کی مخالفت نہیں کروں گی......اور یہ سن کر حضرت علی باہر آئے اور ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔دونوں اندر آئے فاطمہ زہرا کو دیکھا تو سلام کیا۔مگر انہوں نے ان کو سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔اور ان سے منہ پھیر کر دوسری کروٹ ہولیں۔اسی طرح کئی مرتبہ ہوا۔جب دیکھا کہ یہ لوگ نہیں مانتے تو حضرت علی سے کہا اے علی! ذرا چہرے سے کپڑا کشادہ کردیجئے اور پاس کی بیٹھی ہوئی عورتوں سے کہا تم سب مجھے اس کروٹ پھیر دو جب عورتوں نے کروٹ پھیر دیا تو وہ دونوں ادھر آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔اے بنت رسول ہم دونوں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔اور تمہاری ناراضگی سے بچنے کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں معاف کردو اور جو کچھ ہم لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا اسے درگزر کرو۔معظّمہ نے فرمایا میں تم لوگوں سے سرے سے بات بھی نہ کروں گی۔دونوں نے کہا ہم تم سے معذرت خواہی کے لیے رضا چاہنے کے لیے آئے ہیں ہمیں بخش دو، درگزر کرو ہم لوگوں سے مؤاخذہ نہ کرو۔یہ سن کر معظّمہ نے فرمایا (پہلے تم) میری بات کا سچ سچ جواب دو (انہوں نے جواب دیا) لیکن اس کے باوجود بی بی نے فرمایا خدا کی قسم! میں ان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی۔اس کی شکایت میں اللہ تعالیٰ سے وقت ملاقات کروں گی۔یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہ و زاری شروع کردی اور چیخنے لگے اور کہنے لگے کاش میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ (علل الشرائع ج ۱ ص ۱۴۱ وص ۱۴۲۔جلاء العیون ج ۱ ص ۲۲۹ تا ص ۲۳۱) اس کہانی پر تبصرہ کرنے کی بجائے ہم شیعہ قوم کا عفو و درگزر کے بارے میں نظریہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں اور شیعہ سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ رحمۃ للعالمین کی بیٹی اور سید الاسخیا کی بیوی

نے ان کو معاف نہ کیا ہوگا۔

شیعہ کی پہلی کتاب اصول کافی اور ترجمہ الشافی ج ۳ ص ۳۶۴ تا ص ۳۶۶) ایک سو اکیاسی واں باب، باب العفو میں ان کی حدیثوں کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

(۱) حضرت علی علیہ السلام راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ دنیا و آخرت کے لحاظ سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے ظالم کو معاف کرے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دنیا و آخرت میں بہترین اخلاق والا وہ ہے جو اپنے ظالم کو معاف کر دے۔

(۳) ابو عبداللہ نے فرمایا۔ مکارم دنیا و آخرت میں (ایک چیز یہ ہے) جو ظلم کرے اسے معاف کر دو۔

(۴) علی بن حسین نے فرمایا۔ روز قیامت منادی ندا کرے گا۔ کہاں ہیں صاحبان فضل۔ یہ سن کر لوگوں کی گردنیں بلند ہوں گی ملائکہ کہیں گے تمہاری فضیلت کیا ہے؟ (ایک فضیلت یہ بھی ہے) اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا تھا۔ فرشتے فرمائیں گے، جاؤ جنت میں دروازہ کھلا ہے۔

(۵) ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عفو (درگزر) کو لازم کرو۔ وہ بندے کی عزت بڑھاتا ہے۔ معاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ عزت دے گا۔

(۶) ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا، عفو درگزر پر ندامت افضل اور آسان ہے اس ندامت سے جو سزا دینے کے بعد ہو۔

(۷) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ فتح اس کی ہے جو دشمنوں کو معاف کر دے۔

(۸) ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا جس یہودیہ نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو کھلانا چاہا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ آپ نبی ہیں تو زہر نقصان نہ دے گا۔ اگر بادشاہ ہیں تو لوگوں کو نجات مل جائے گی۔ آپ نے فرمایا جا میں نے معاف کیا۔

(۹) ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے مسلمان عزت حاصل کرتا ہے (۱) درگزر کرنا (۲) عطا کرنا اسے جو محروم رکھے) (۳) صلہ رحمی کرنا اس سے جو قطع رحمی کرے۔

اگر شیعہ کی پہلی روایت کو سچا مان لیا جائے تو پھر بنت رسول، زوجہ علی، مادر حسنین (علیہم السلام) مندرجہ بالا فضیلتوں کو حاصل کرنے میں ناکام اور محروم ہو جائیں گی۔ پدر بزرگوار اور شوہر نامدار وانبیاء کا مگار عفوو درگزر کو عام کریں۔ لیکن فاطمہ زہرا اس میں ضد کریں۔

ایں خیال است محال است جنوں

بی بی راضی

شیعہ کے عالم ربانی ملا محمد باقر مجلسی ایک داستان لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا خالد بن ولید کہاں ہے؟ کہا حاضر ہے ابوبکر نے حکم دیا تم دونوں جاؤ۔ علی اور زبیر کو پکڑ کر لاؤ تا کہ وہ میری بیعت کریں۔ عمر گھر میں داخل ہو گیا اور خالد دروازے پر ٹھہر گیا۔ عمر نے زبیر سے پوچھا یہ تلوار کس لیے ہے اس نے جواب دیا علی کی بیعت کے لیے میں نے حاصل کی ہے گھر میں ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ مثلاً مقداد اور تمام بنی ہاشم۔ پھر عمر نے زبیر سے تلوار چھین لی گھر میں ایک پتھر تھا اس پر ماری تو وہ ٹوٹ گئی۔ زبیر کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھا کر باہر لے آیا اور خالد کے سپرد کر دیا۔ خالد کے پاس بھی بہت بڑی جماعت تھی جو ابوبکر نے مدد کے لیے بھیج دی۔ عمر پھر داخل ہوا اور حضرت امیر علیہ السلام کو فرمایا اٹھ کر بیعت کر۔ حضرت نے امتناع ظاہر کیا۔ عمر نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر خالد کے سپرد کر دیا۔ ہجوم والے تمام لوگ انہیں کھینچتے اور سختی سے ان کے کندھوں کو پکڑتے رہے اور مدینہ کی گلیوں میں لوگ جمع ہو گئے۔ جو یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ فاطمہ زنان بنی ہاشم وغیرہ کے سامنے باہر نکل آئیں اور چیخنے چلانے لگیں۔ حضرت فاطمہ نے پکار کر کہا اے ابوبکر تو نے کیا خوب غارت گری مچا دی ہے اہل بیت کے گھر میں۔ خدا کی قسم! تیرے ساتھ ایک حرف بھی نہ بولوں گی۔ جب تک خدا سے

ملاقات نہ کرلوں جب علی اور زبیر نے بیعت کر لی اور یہ فتنہ ختم ہو گیا۔ ابو بکر آمد و شفاعت کر داز برائے عمر و فاطمہ از او راضی شد۔ حضرت ابوبکر آئے عمر کے لیے معافی کی درخواست کی فاطمہ اس پر راضی ہو گئیں۔ (حق الیقین ج ا ص ۱۷۹)

حقیقت بھی یہی ہے۔ شہزادی رسول اپنے ابا جان کے رفیقوں و جانثاروں پر راضی تھیں۔ کیونکہ جن پر اللہ پاک راضی ہو۔ رحمۃ للعالمین راضی ہوں یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ سیدہ زہرا یا کوئی دوسرا ان پر ناراض رہے۔

ع یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

(۲) امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بی بی پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی۔ حضرت علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بی بی پاک کو بتایا کہ خلیفہ رسول ﷺ آئے ہوئے ہیں اور وہ آپ کو ملنا چاہتے ہیں بی بی پاک کو تکلیف بھی تھی۔ قَالَتْ وَذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ نَعَمْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا وَاعْتَذَرَ اِلَيْهَا وَ كَلَّمَهَا وَرَضَتْ عَنْهُ، بی بی پاک نے فرمایا تم اسے بہت پسند فرماتے ہو۔ فرمایا ہاں۔ پھر حضرت ابوبکر اندر تشریف لائے۔ معذرت چاہی اور بی بی پاک آپ سے راضی ہو گئیں۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۰) یعنی بی بی پاک حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے راضی ہو گئیں تھیں۔ شیخین آل اطہار کو ترجیح دیتے رہے اور ان کی قرابت کو مقدم کرتے رہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلُ مِنْ قَرَابَتِيْ (بخاری ج ۲ ص ۵۷۶)

قسم بخدا رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار مجھے اپنے رشتے داروں سے زیادہ پیارے ہیں۔ خاتون جنت علیہ السلام نے مولیٰ علی کو فرمایا کہ صدیق تجھے زیادہ پیارے ہیں۔ اور صدیق اکبر فرماتے ہیں مجھے اپنے محبوب کی اولاد زیادہ پیاری ہے۔ ہمارے مرشد کریم امام اہل سنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ کو حدیث رسول سنائی اور اپنے اجتہاد کا اظہار فرمایا۔ بی بی

پاک کے دل میں اس سے کچھ کبیدگی پیدا ہوئی تو آپ نے مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیا اور زہراء کے دروازے پر کھڑے ہوئے حضرت علی کو اپنا قاصد بنا کر بی بی کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جا کر فرمایا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا بوڑھا غلام دروازے پر حاضر ہے اور جب تک آپ اپنی قلبی کبیدگی دور نہ فرمائیں گے وہ واپس نہیں جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے حَتّٰی رَضِیَ فَرَضِیَتْ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ سے راضی ہوئے اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق سے راضی ہوگئیں۔

(خطبات کاظمی ج ۴ ص ۱۹۲ و ص ۱۹۳، تلخیصاً)

شیعہ کی وہ کتابیں جن میں خاتون جنت کا ذکر ہے۔ ان میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی تمام خدمات انجام دیتی رہیں۔ حتی کہ سیدہ کے وصال کی خبر شہزادوں اور حضرت علی مرتضیٰ تک ان کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ شوہر دشمن ہو اور اس کی بیوی خیر خواہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر بی بی ذاتی طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ناراض ہوتیں تو ان کی بیوی کو کبھی بھی اپنے گھر میں اپنی خدمت کے لیے نہ رکھتیں۔ اور حضرت ابوبکر بھی کبھی برداشت نہ کرتے کہ ان کی زوجہ ان کی آنکھوں سے دور ایک گھر میں رہ کر معاذ اللہ ان کے مخالفوں کی خدمت میں لگی رہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ رسول اللہ ﷺ راضی ہیں حضرت علی و سیدہ فاطمہ و جملہ آل اطہار و صحابہ کرام و مومنین و مومنات راضی ہیں۔ مگر آپ کے منکر آپ پر آج تک ناراض ہیں۔ ان کے راضی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ روضہ رسول اللہ میں آرام فرما ہیں اور سنی و شیعہ سب مانتے ہیں کہ روضہ پاک جنت کا ٹکڑا ہے حضرت ابوبکر و حضرت عمر تو جنت کے اندر ہیں اور جنت میں وہی رہتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول راضی ہو۔ چنانچہ: خسف بعض ملاحدہ کا واقعہ جس کو طبری ''ریاض

نظرہ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کا ایک گروہ امیر مدینہ کے پاس آئے بہت سا مال اور ہدیہ اس کے پاس لائے اس غرض سے کہ روضہ مبارک میں دروازہ بنا کر اجساد مطہر سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نکال ڈالیں۔ امیر مدینہ نے بھی بوجہ مذہبی اور لالچ کے قبول کر لیا اور اس نامطبوع و نامقبول فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربان حرم شریف کو کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لیے حرم شریف کھول دیں اور یہ جو کچھ بھی وہاں کریں مانع نہ ہونا دربان کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے نماز عشاء پڑھ لی اور دروازے بند کرنے کا وقت آیا تو چالیس آدمی پھاوڑے کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لیے باب السلام پر موجود تھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے امیر کے حکم کے مطابق ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔ خود ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ کر گریہ شروع کر دیا اور سوچنے لگا کہ نامعلوم کیا قیامت برپا ہوگی سبحان اللہ! ابھی وہ منبر شریف تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ سب کے سب مع اسباب وآلات جو کچھ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے ساتھ جو زیادت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب واقع ہے زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ ان کا منتظر تھا جب بہت دیر ہوئی تو امیر نے مجھے بلا کر اس قوم کا حال پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ امیر نے اس بات کو باور نہ کیا کہا کہ تو دیوانہ ہے میں نے کہا خود چل کر دیکھئے۔ اب تک خسف کا اثر باقی ہے طبری اس حکایت کو ثقات کی طرف منسوب کرتے ہیں جو صدق و دیانت میں معروف ہیں اور بعض مؤرخان مدینہ نے بھی لکھا ہے چنانچہ تاریخ سمہودی میں بھی مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

(جذب القلوب فارسی ص ۹۳ و ۹۴، تاریخ مدینہ ص ۱۲۹)

(۳) حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے کہا، آپ اسے پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں۔ حضرت علی نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہ نے اجازت دے دی۔

حضرت ابوبکر اندر آکر حضرت فاطمہ کو راضی کرنے لگے اور یوں کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے گھر بار مال دولت اہل و عیال اور خاندان صرف اس لیے چھوڑا تھا تاکہ اللہ اور اس کا رسول راضی ہو جائیں۔ اور حضور کی اہل بیت آپ لوگ راضی ہو جائیں بہرحال حضرت ابوبکر انہیں راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (حیات الصحابہ ج دوم ص ۵۵۴)

اَخْرَجَهُ الْبَیْهِقِیُّ ج ۲ ص ۳۰۱۔ قَالَ الْبَیْهِقِیُّ هٰذَا مُرْسَلٌ حَسَنٌ بِاَسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

محبوب ترین ہستی

مجلسی صاحب نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمر آئے اور فاطمہ کے گھر داخل ہو گئے کہنے لگے اے دختر رسول خدا، مخلوق میں سے کوئی بھی ہمیں آپ کے پدر سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔ و بعد از پدر تو نزد ما احدے محبوب تر از تو نیست۔ اور تیرے باپ کے بعد ہمیں آپ سے زیادہ پیارا کوئی نہیں ہے۔ (حق الیقین ج ا ص ۱۷۷)

طبع پرسی منع

مولوی محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ شیخ طوسی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کی بیماری بڑھ گئی۔ عباس عم حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد بنزد آنحضرت برائے عیادت۔ گفتند مرض او سنگین شدہ است او را نمیتوان دید (جلاء العیون ج ا ص ۲۳۹)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ کی طبع پرسی کے لیے تشریف لائے۔ گھر والے کہنے لگے بی بی کی مرض سنگین ہو گئی ہے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

ہائے افسوس وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرنور ﷺ کا چچا ہونے کی حیثیت سے دربار نبوت میں پیش کر کے بارگاہ ایزدی میں وسیلہ بنا کر بارش طلب کریں اور اہل مدینہ کو سیراب کرائیں ان کے اپنے جگر پارے انہیں سیدہ کی طبع پرسی نہ کرنے دیں۔ اے شیعہ قوم یہ کیا ماجرا ہے؟

وصال کے وقت علی نہ حسنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بعض معتبر کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اسماء بنت عمیس (زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہما) اپنا گریبان چاک کر کے مسجد کی طرف دوڑیں۔ امام حسن اور امام حسین ان کو راستے میں ملے اور اپنی ماں کا حال پوچھا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے گھر آئے ماں کو دیکھا وہ گھر میں سو رہی ہیں۔ امام حسین نے انہیں حرکت دی جب دیکھا کہ وہ رحلت کر گئیں ہیں۔ امام حسن کو فرمایا بھائی اللہ تعالیٰ تجھے ماں کی جدائی میں صبر دے۔ دونوں گھر سے باہر نکل آئے اور فریاد کرنے لگے۔ یَا مُحَمَّدَاہُ، یَا اَحْمَدَاہُ، آج ہماری ماں دنیا سے چلی گئیں ہیں۔ اور تمہاری رحلت ہمارے لیے تازہ ہوگئی ہے۔ پس حضرت امیر المومنین راخبر کردند آنحضرت در مسجد بود چون این خبر جان سوز راشنید مدهوش گردید۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر کرتے ہیں۔ آپ مسجد میں تھے جب آپ نے اس جان سوز خبر کو سنا تو مدہوش ہو گئے۔ آپ کے منہ مبارک پر پانی چھڑکنے لگے جب ہوش میں آئے تو حسن و حسین کو کندھوں پر اٹھایا فاطمہ کے پاس آئے۔ اسماء سیدہ کے سرہانے کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی اور یتیمان محمد کو تسلی دے رہی تھیں۔

(جلاء العیون ج ۱ ص ۲۴۳ و ۲۴۴)

پہلے گزر چکا ہے کہ سیدہ کی طبع پرسی کے لیے رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ تو انہیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ جب بی بی کے وصال کا وقت قریب آ پہنچا گھر میں کوئی نہ تھا جب بی بی کی قبر بنائی گئی تو چالیس قبریں بنا کر شک و شبہات پیدا کر ڈالے۔ پھر قبروں کے نشانات بھی باقی نہ چھوڑے اور قبروں کو زمین کے برابر کر کے دم لیا۔ مولیٰ علی نے شہزادی کونین کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ کیا یہ محبت کی بنا تھی یا بی بی کی عظمت کی بنا؟

ع یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

وفات زہرا پر شیخین کی تشریف آوری

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی تکلیف جب بڑھ گئی تو انہوں نے حضرت امیر المؤمنین کو طلب کیا اور فرمایا میں وصیت کرتی ہوں تجھے، کہ میرے بعد میری بہن زینب کی دختر امامہ سے شادی کرنا اور کسی دشمن خدا کو میرے جنازہ میں حاضر نہ ہونے دینا۔ پس اس دن فاطمہ نے دنیا سے رحلت کی۔ عورتوں اور مردوں کی صدائے گریہ سے مدینہ لرز گیا اور لوگوں پر دہشت چھا گئی۔ پس ابوبکر وعمر حضرت امیر المؤمنین کے پاس تعزیت زہرا کیلئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے جب تک ہم نہ آئیں دختر رسول خدا کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ (جلاء العیون ج ا ص ۲۲۵)، خاتون جنت حضرت زینب کو اپنی بہن کہیں حضرت علی کو ان کی بیٹی سے شادی کرنے کی وصیت کریں اپنے بعد اپنی حقیقی بھانجی کو زوجہ علی بنوائیں۔ مگر محبت کے دعوے دار کہیں کہ نوجوان بچیوں سے بڑی عمر والوں کی شادی نہیں ہوسکتی۔

رات کی تاریکی میں نماز جنازہ

ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ ارقام فرماتے ہیں۔ چوں شب در آمد حضرت امیر المؤمنین عباس و فضل پسر او، و مقداد و سلمان و ابو زر و عمار را طلبید بر حضرت فاطمہ نماز کرد، و او را دفن کردند۔

(ترجمہ) جب رات آئی حضرت امیر المؤمنین نے عباس اور اس کے بیٹے فضل اور مقداد، سلمان و ابوزر اور عمار کو طلب فرمایا حضرت فاطمہ پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

(جلاء العیون ج ا ص ۲۲۵)

شیعہ کے معتبر عالم جناب ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ از حضرت امیر المومنین روایت کردہ است کہ ہفت کس بر حضرت فاطمہ نماز کردند، ابو ذر و سلمان و مقداد و حذیفہ و عبداللہ بن مسعود و من امام ایشاں بودم۔ حضرت امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ سات آدمیوں نے ادا کی۔ ابو

ذر، سلمان، مقداد، عمار، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود، ان کا امام میں تھا۔

(جلاء العیون ج ۱ ص ۲۴۳)

زہرا کی نماز جنازہ میں اماموں کی غیر حاضری

مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین کی اپنی والدہ ماجدہ کی نماز جنازہ میں شرکت کا ذکر نہیں اور نہ ہی انہیں حضرت علی نے اس کے لئے طلب فرمایا اور نہ ہی دوسرے مسلمانوں کو سیدہ کی نماز جنازہ میں شریک ہونے دیا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق بوقت تعزیت عرض کرتے ہیں کہ حضور جب تک ہم حاضر نہ ہوں نماز جنازہ ادا نہ کرنا۔ لیکن آپ عجلت فرما کر رات کی تاریکی میں صرف سات آدمیوں کو بلا کر اور اپنے فرزندوں، سیدہ کے لاڈلے بیٹوں، رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں کو بھی بھلا کر نماز جنازہ پڑھا دیتے ہیں۔ آخر اس طرح کیوں کیا؟ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر بی بی کے جنازہ میں شریک نہ تھے لہٰذا وہ یہ تھے وہ تھے آپ نے پڑھ لیا ہے کہ امام حسن و امام حسین بھی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے اب شیعہ بتائیں کہ امام حسن و امام حسین کیا تھے؟ جس طرح حضرت علی نے حضرت ابوبکر و عمر کو نماز جنازہ میں نہیں بلایا اس طرح آپ نے سیدہ کے بیٹوں کو بھی نماز جنازہ میں نہیں بلایا اگر شہزادے مجرم نہیں تو صحابہ کرام کیوں مجرم ہوئے؟

بی بی کی نماز جنازہ کا امام کون تھا

حضرت شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ سیدہ فاطمہ زہرا کی نماز جنازہ کی امامت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں مروی ہے کہ انہوں نے مغرب و عشاء کے درمیان وفات پائی تھی اس موقع پر حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام حاضر ہوئے پھر جب نماز جنازہ رکھا گیا تاکہ نماز پڑھی جائے، حضرت علی نے فرمایا اے ابوبکر آگے آؤ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں آگے آؤں حالانکہ تم موجود ہو، حضرت علی نے

فرمایاہاں میں موجود ہوں لیکن تمہارے سوا کوئی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائے گا اس کے بعد حضرت صدیق آگے بڑھے اور سیدہ فاطمہ زہراۃ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اس کے بعد رات میں انہیں دفن کیا گیا (واللہ اعلم، مدارج النبوۃ اردو ج ۲ ص ۷۵۹ طبع مدینہ کراچی) شیخ محقق دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول سے حضرت علی اور ایک قول سے حضرت عباس نے پڑھی کہتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی کہ ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔

حضرت علی نے عذر خواہی میں فرمایا میں نے فاطمہ کی وصیت کی بنا پر ایسا کیا ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات میں دفن کرنا تا کہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں، لوگوں میں یہ مشہور ہے، مگر روضۃ الاحباب وغیرہ میں یہ ہے اور روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق آئے اور ان کی جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن عفان وعبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آئے۔

(مدارج النبوۃ اردو ج ۲ ص ۷۹۰ و ۷۹۱)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے خاتون جنت کی امامت کے بارے میں تین روایتیں بیان کی ہیں۔

پہلی روایت: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَر حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ صَلَّى الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدُ الْمُطَلِبِ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَزَلَ فِیْ حُفْرَتِهَا هُوَ وَعَلِیٌّ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ۔ یعنی سیدہ کی نماز جنازہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے پڑھائی تھی۔

دوسری روایت: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَر حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ اِنَّ عَلِیًّا صَلَّى عَلَى فَاطِمَةَ۔ یعنی حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھادی۔

تیسری روایت: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَر حَدَّثُنَا قَیْسُ بْنُ الرَّبِیْعِ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ

الشُّعبِیِّ قَالَ صَلَّی عَلَیْهَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

چوتھی روایت: اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ اَبِیْ الْمَنْصُوْرِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ صَلَّی اَبُوْبَکْرٍ الصِّدِّیْقُ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے بی بی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں (طبقات ابن سعد عربی ج ۶ ص ۲۱ طبع بیروت) عَنِ الشُّعْبِیِّ اَنَّ فَاطِمَةَ لَمَّا مَاتَتْ دَفَنَهَا عَلِیٌّ لَیْلًا وَاَخَذَ بِضَبْعَیْ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَدَّمَهُ فِی الصَّلَاةِ عَلَیْهَا (کنز العمال ج ۱۳ ص ۲۹۵۔ حدیث نمبر ۳۷۷۵۶) ترجمہ۔ امام شعبی روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ کا وصال ہوا تو حضرت علی نے رات کو دفن کیا اور نماز جنازہ کے لیے حضرت ابوبکر کے بازو پکڑ کر انہیں آگے کھڑا کیا اور ان سے نماز جنازہ پڑھائی۔

فیصلہ

خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت خلیفہ اول نے کرائی تھی کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ از روئے قرآن مجید، حضور ﷺ کے وہ صحابی ہیں جس کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ **اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ** (توبہ:40) جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی سے فرما رہے تھے غمگین نہ ہو، شیعہ کی تفسیروں اور کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس صحابی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (تفسیر نجم الحسن، کراروی بر ترجمہ قرآن مولوی فرمان علی ص ۲۳۰، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۸، حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۳۲۱ و ص ۳۲۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ہے، **وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ﴿۱۷﴾** (الیل) اور اس (آگ) سے بہت دور رکھا جائے گا۔ سب سے بڑا پرہیز گار، الاتقی، سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ آیت اور اس کی بعد والی آیات اس

وقت نازل ہوئی تھیں جب حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کو خرید کر آزاد کیا تھا، لوگوں نے کہا کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان چڑھا ہوا تھا اس کے بدلے میں ابوبکر نے بلال کو خرید کر آزاد کر دیا ہے۔ شیعہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال کو خرید کیا تھا۔ (جلاء العیون اردو ج ۲ ص ۹۲۷) قرآن مجید میں ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:13) بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ شیعہ کے طبرسی نے لکھا ہے اتقاھم ابوبکر حضرت ابوبکر سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ (مجمع البیان، ج ۹ ص ۲۰۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راضی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی (۲۱) (الیل) اور ضرور وہ عنقریب راضی ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ فضیلت والے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَ السَّعَةِ (نور:22) اور تم میں سے جو لوگ بڑے فضل والے اور وسعت والے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسطح کی اعانت سے ہاتھ روک لینے کی قسم اٹھائی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولوا الفضل فرمایا اور امداد جاری رکھنے کی ترغیب دی۔ نجم الحسن کراروی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔

شیعہ کے طبرسی نے لکھا ہے: اَلْاٰیَةُ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ مِسْطَحُ بْنِ اَثَاثَةَ۔ یہ آیت حضرت ابوبکر اور مسطح بن اثاثہ کے بارے میں نازل ہوئی (مجمع البیان ج ۷، ص ۲۱۰) حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ایک عورت کو فرمایا۔ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس جانا۔ (بخاری عربی ج ۱ ص ۵۱٦) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا و پیروی کرنا۔ (ترمذی عربی ج ۲ ص ۲۰۷) حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (میری امت میں) کسی قوم کے لیے مناسب نہیں کہ ان میں ابوبکر موجود ہوں اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔ (ترمذی عربی ج ۲ ص ۲۰۸، مشکوٰۃ مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ نے فرمایا۔ تمام لوگوں سے مجھے

ابوبکر زیادہ پیارے ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷) حضور اکرم ﷺ نے اپنی دنیوی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں (تو آپ نے سید عالم ﷺ کی موجودگی میں سترہ نمازیں پڑھائیں) (بخاری، مسلم وترمذی عربی، ج ۲ ص ۲۰۸) اس حقیقت کا اعتراف شیعہ بھی کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے (جلاء العیون فارسی ج ۱ ص ۶۴، حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۹۹۷) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ (علل الشرائع اردو ج ۱ ص ۱۴۶، جلاء العیون فارسی ج ۱ ص ۲۲۶) حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا (اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ) یعنی حضور پرنور ﷺ کے بعد کون بہتر ہے آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری عربی ج ۱ ص ۵۱۸)

ابومعلیٰ کے والد فرماتے ہیں۔ فَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمُهُمْ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ (ترمذی عربی ج ۲ ص ۲۰۷) حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں۔ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهٖ (اور حضرت ابوبکر ہم سب سے حضور ﷺ کے حالات کو زیادہ جانتے تھے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷)

ان دلائل خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، اعلیٰ درجے کے متقی اور تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن راضی فرمائے گا اور حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا جانشین بنایا اور ان کی اقتدا کا حکم دیا ان کی موجودگی میں دوسرے کو امام بنانے سے روکا بلکہ انہیں اپنے صحابہ واہلبیت کا امام بنا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ ابومعلیٰ کے والد اور حضرت ابوسعید خدری نے آپ کو حضور ﷺ کے احوال سے زیادہ باخبر تسلیم کیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر مہر نبوت لگا کر انہیں ایمان والوں کا امام بنا دیا اور یہ بھی فرما

دیا کہ ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا مومن امام نہیں بن سکتا۔ ان تمام دلائل وحقائق پر غور کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ خاتون جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائی تھی۔

مسئلہ: نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلہ پھر ولی کو، امام محلہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے (غنیۃ ودرمختار، بہار شریعت حصہ ۴ ص ۱۸۲ مطبوعہ ملتان) لہٰذا یہ روایت زیادہ صحیح ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ سیدنا صدیق اکبر نے پڑھائی تھی کیونکہ آپ اس وقت خلیفۃ المسلمین اور سلطان اسلام تھے۔

بی بی کی قبر میں اختلاف

شیعہ کے شیخ جلیل ابوجعفر محمد بن علی ابن بابویہ۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا کی قبر کی جگہ میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپ بقیع میں دفن ہوئیں۔ (۲) کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپ قبر نبی اور منبر نبی کے درمیان دفن ہوئیں۔ (۳) اور کچھ لوگوں کی روایت ہے کہ وہ معظّمہ اپنے گھر میں دفن ہوئیں۔ مگر جب بنی امیہ نے مسجد میں توسیع کی تو اس بیت کو مسجد میں شامل کرلیا۔

(مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيهِ اردو ج ۲ ص ۳۲۹)

قبر زہرا کا حشر

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے پہلے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سات قبریں بنائیں۔ دوسری روایت کے مطابق چالیس قبریں تیار کیں تاکہ بی بی کی قبر شک وشبہ میں پڑ جائے۔ اس کے بعد **قبر آنحضرت را با زمین هموار کرد که علامت قبر معلوم نباشد۔** بی بی کی قبر کو زمین کے اتنا برابر کر دیا کہ قبر کا نشان بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۳۸)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ **پس حضرت امیر المؤمنین خود متوجہ غسل و**

تکفین و امور او گردید و او را در شب مدفون گردانید و اثر قبر را، محو کرده۔

(ترجمہ) پھر حضرت امیر المؤمنین خود غسل و تکفین اور معاملات سمیٹنے کیلئے متوجہ ہوئے اسے رات میں دفن کر دیا اور قبر کا نشان مٹا دیا۔ (جلاء العیون فارسی ج ا ص ۲۴۰)

اللہ، اللہ، حبیب خدا ﷺ کی لاڈلی، امت کے دین و ایمان کو بچانے کیلئے حسن و حسین جیسے درنایاب دینے والی جسے رسول کائنات اپنے دل کا ٹکڑا فرمائیں، ان کے شوہر نامدار نے اس کی قبر کا نشان باقی نہ رکھا، زمین کے برابر کر کے دم لیا، پناہ بخدا، کیا اس مقدس ہستی سے یہی تصور کر لیں۔ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اے قوم یہ کیا تماشہ ہے؟ حضرت علی بھی قبر زہرا ڈھائیں اور نجدی بھی اسے مٹائیں۔ اب تم بتاؤ کہ مسلمان کدھر جائیں؟ کیا مولیٰ مشکل کشا نے یہ عمل اپنی بیوی سے محبت کی بناء پر کیا تھا؟ اگر اسی کا نام محبت ہے تو پھر شیعہ قوم اپنے خورد و کلاں کی قبروں کو مسمار کر کے مولا علی کی سچی غلامی کا دم بھریں۔ اگر یہ عمل محبت کے انجام میں نہیں ہے تو بتائیں کہ آپ کو شہزادی کونین سے کیا دشمنی تھی؟ مرنے کے بعد قبر کا نشان تک باقی نہ چھوڑا زندگی کے آخری لمحات میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سیدہ کی طبع پرسی کے لیے نہ آنے دیا بعد وصال رات کے اندھیرے میں سات آدمیوں کو بلا کر ان کی نماز جنازہ پڑھا دی اور سیدہ کے لاڈلوں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس سعادت سے محروم رکھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عرض کے باوجود انہیں دختر رسول ﷺ کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے دیا اور اہل مدینہ کی عدم موجودگی کو غنیمت سمجھا۔ آخر یہ کیا راز ہے؟ جو شیعہ کی کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچا نہیں ہوتا

قبر بنانے کا حکم

اسلام میں قبر کا نشان بنانے کا حکم ہے۔۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت کا یہ جملہ اس کی

دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ:84) اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یعنی منافقوں کی قبر پر نہ جائیں بلکہ صرف ایمان والوں کی قبروں پر جا کر ان کے لیے ایصال ثواب کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا نشان ہو گا تو پتا چلے گا کہ یہ قبر ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب فوت ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں جنت البقیع میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ جب ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو آپ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ پتھر لے آ، پتھر بہت بھاری تھا۔ صحابی نہ اٹھا سکا تو آپ گئے اور اس پتھر کو اٹھا لائے اسے حضرت عثمان کی قبر پر رکھا کر فرمایا اُعْلِمُ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ وَاَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِیْ میں نے اپنے بھائی کی قبر کا نشان بنا دیا اور میرے اہل سے جو انتقال کرے گا اس کو ان کے قریب دفن کروں گا۔۔ (ابوداؤد ص ۴۵۷، مشکوٰۃ ص ۱۴۹ عن المطلب و ابن ماجہ ص ۱۱۳ عن انس (رضی اللہ عنہم)

اس پتھر کے بارے میں حضرت خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ ہم میں زیاد چھلانگ والا وہ ہوتا تھا۔ جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر چھلانگ لگا کر آگے بڑھ جاتا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۲) وہ لوگ جو اونچی قبروں پر اعتراض کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ پتھر حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے تک اس قبر پر برقرار رہا تھا (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۲) امام ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا هٰذَا عَلَامَةُ قَبْرِهٖ اے مسلمانو! یہ اس کی قبر کا نشان ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۳۴) اس سے ثابت ہوا کہ مومنوں کی قبروں کے نشان برقرار رکھنے ہیں تا کہ ان کی قبریں پہچانی جا سکیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ مولیٰ علی کریم نے بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر کا نشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ یعنی حضرت علی نے معاذ اللہ اس شرعی حکم کو پشت کے پیچھے ڈال دیا تھا۔

علی ملائکہ سے افضل ہیں

ملا محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ ملائکہ از نور علی بھم رسید ندو نور علی از نور

خدا است و علی از ملائکہ افضل است۔ (حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۴۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۳۲) فرشتے علی کے نور سے ہیں اور نور علی خدا سے ہے اور علی فرشتوں سے افضل ہیں۔ (حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۴۴)

جبرائیل نے کہا میں آپ دونوں سے ہوں۔ اگر جبرائیل ان دونوں (نبی و علی) سے افضل ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہتے (علل الشرائع اردو ج ۱ ص ۶) حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول ملائکہ ہیں اور ہمارے پیارے رسول کریم ﷺ کے وزیر ہیں، حضرت علی کریم رضی اللہ عنہ رسول نہیں غیر رسول کو رسول سے افضل قرار دینے میں شیعہ علماء اپنا موقف واضح کریں؟

علی و امام تمام پیغمبروں سے افضل ہیں

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ اکثر علماء شیعہ را اعتقاد آنست کہ حضرت امیر و سائر ائمہ افضل انداز سائر پیغمبران و احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ از ائمہ خود دریں باب روایت کردہ اند

(حیات القلوب ج ۲ ص ۵۲۶۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۳۲)

زیادہ تر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب امیر اور تمام ائمہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور انہوں نے احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ اس باب میں اپنے اماموں سے روایت کی ہیں۔ (حیات القلوب اردو ج ۲ ص ۷۸۷، مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

فتویٰ

شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں کہ روافض میں جو ضروریات دین سے کسی امر کا منکر ہو۔ مثلاً قرآن عظیم کو بیاض عثمانی کہے۔ اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرکے کہہ معاذ اللہ صحابہ کرام یا ہم اہل سنت خواہ کسی شخص نے گھٹا دیا بڑھا دیا۔ بدل دیا یا حضرت جناب امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کل یا

بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مثل مرتدین کے ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۹۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ملا محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضور پر نور ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں اور تمام اماموں سے افضل ہیں بعض غالی شیعہ امیر المومنین کو حضور پر نور ﷺ سے افضل کہتے ہیں وہ کافر ہیں۔ (حق الیقین ج ۱ ص ۳۱)

متعہ کی پیداوار

شیعہ کے مولوی محمد حسین نجفی (ڈھکو) سے سوال کیا گیا کہ، (۱) کیا ہمارے اماموں میں سے کسی نے متعہ کیا ہے؟ (۲) قبلہ صاحب اس کا نام بتائیں جو متعہ سے پیدا ہوا ہو؟ جواب۔ باسمہ سبحانہ۔ کوئی ایک ہو تو بتایا جائے۔

(ماہنامہ دقائق اسلام سرگودھا ص ۱۲ مارچ ۲۰۰۷ء باب المسائل)

یعنی شیعہ کے سارے امام حضرت علی سے لے کر امام مہدی تک (معاذ اللہ) متعہ کی پیداوار ہیں اگر وہ ڈھکو صاحب کے نزدیک متعہ کی پیداوار نہ ہوتے تو وہ ان کا استثنا کرتے اور جو پیداوار ہوتے صرف ان کا نام لیتے۔ مثلاً اس بستی میں کتنا چور رہتے ہیں؟ جواب، کوئی ایک ہو تو بتایا جائے یعنی سب چور ہیں۔

کافر ہو گیا

شیعہ کی معتبر کتاب میں ہے کہ حضرت امام حسن نے حضرت امیر معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے اپنے شیعوں سے مشورہ کیا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونے سے بچانے کی خواہش کا اظہار کیا پھر کیا ہوا **همه برخواستند گفتند او مثل پدرش کافر شد**۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے کہنے لگے یہ بھی باپ (علی) کی طرح کافر ہو گیا ہے۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۹۰)

زمین کا جانور

مولوی امداد حسین کاظمی متوفی ۱۹۷۵ء نے لکھا ہے کہ تفسیر صافی ص ۳۷۴ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے جب کہ وہ مسجد میں سو رہے تھے انہوں نے ریت کا ایک ڈھیر اکٹھا کر کے اس پر اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ پس آپ نے انہیں اپنے پاؤں سے حرکت دی اور فرمایا اٹھ اے دَآبَّةَ الْاَرْضِ زمین کے جانور، آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا ہم بھی آپس میں ایک دوسرے کو اس نام سے پکارا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم یہ نام انہی کے لیے مخصوص ہے اور وہی دابہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ۔ پھر فرمایا اے علی جب آخری زمانہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کو نہایت خوبصورت شکل میں ظاہر کرے گا۔

(تفسیر المتقین، سورۃ النمل آیت ۸۲، ص ۴۹۷)

شیعہ کے شیخ طبرسی نے لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمار بن یاسر سے دَآبَّةُ الْاَرْضِ (زمین کے جانور) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں اس وقت نہ بیٹھوں گا اور نہ کھاؤں گا نہ پیوؤں گا جب تک تمہیں وہ نہ دکھاؤں حضرت عمار اس آدمی کو لے کر چل پڑے اور حضرت علی کے پاس آ گئے آپ اس وقت مکھن کے ساتھ کھجور تناول کر رہے تھے۔ عمار کو بلایا وہ بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے۔ آدمی تعجب کرنے لگے۔ جب عمار اٹھے تو اس نے کہا سبحان اللہ تم نے نہ کھانے اور نہ پینے کی قسم اٹھائی تھی کہ جب تک زمین کا جانور نہ دکھائے۔ عمار نے کہا اگر تو سمجھدار ہے تو میں نے تجھے زمین کا جانور دکھا دیا ہے۔

عیاشی نے یہ قصہ حضرت ابوذر کے حوالے سے لکھا ہے۔ (مجمع البیان ج ۷ ص ۳۶۶)

طبرسی نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ اس کے بال ہوں گے ریش ہوگی چار ٹانگیں ہوں گی اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ (مجمع البیان ج ۷ ص ۳۶۵) ۶۹۰ ھ میں دابۃ الارض (جناب امیر علیہ السلام کے ناموں سے ایک نام ہے) ظاہر ہوگا اس کے ساتھ عصائے آدم

اور خاتم سلیمان ہوگی (تحفۃ الابرار و ترجمہ جامع الاخبار ص ۲۹۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوں نے پہلے ان کو نور خدا بنایا پھر تمام ملائکہ سے افضل بتایا پھر رسولوں و نبیوں سے بڑھایا۔ اس کے بعد ان پر کفر کا فتویٰ لگایا آخر میں مولیٰ علی کو زمین کا جانور بنا کر چھوڑا۔ اس کے باوجود شیعہ کے ایمان میں کیونکر کچھ فرق نہ آیا؟

شیخ صدوق نے روایت نقل کی ہے کہ علی کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہیں ایک وہ دوست جو فضائل میں غلو کرتا ہے دوسرے وہ جو ان کے فضائل کو گھٹاتا ہے۔

(ترجمہ تحفۃ الابرار ص ۲۷)

اعتراضات و جوابات

شیعہ نے ازواج مطہرات و صحابہ کرام پر الزامات لگا کر معماران اسلام کے مقام کو پست کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے ان کے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ سیدہ زینب و سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم، حضور اکرم ﷺ کی بیٹیاں نہیں۔

اعتراض نمبر ا۔ زینب، رقیہ و ام کلثوم حضور ﷺ کی پشت سے حضرت خدیجہ کی اولاد نہ تھیں وہ تو ان کے پہلے شوہر سے تھیں حضور ﷺ نے ان کی پرورش کی وہ آپ کی ربیبہ بنیں۔ یعنی حضور ﷺ نے انہیں پالا تھا۔

ازالہ اعتراض نمبر ا:۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم ہمارے پیارے نبی ﷺ کی پشت پاک سے حضرت خدیجہ کی اولاد تھیں قرآن مجید نے انہیں بنات رسول ﷺ فرما کر ان کو پردہ کرنے کا حکم دیا، حضور پُرنور ﷺ نے انہیں اپنی بنات فرمایا ہے آل اطہار نے ان پاک دامن بیبیوں کو رسول اللہ ﷺ کی دختر قرار دیا ہے۔ شواہد و دلائل آپ کے سامنے ہیں حتیٰ کہ مجتہد شیعوں نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی چار لڑکیاں ہیں آپ انہیں دوسرے شخص کی لڑکیاں بنا کر کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ تمہاری لڑکیوں کی نسبت نسب کسی اور شخص سے کر دی جائے تو کیا آپ اسے تسلیم کر لیں گے؟ موت اور قبر کی تاریکی سے ڈریں اور اپنے بزرگوں کا کہا مان کر خاتون

جنت کی تین پاکدامن بہنوں کو سرکار ﷺ کی بیٹیاں مان لیں، اور ضد نہ کریں۔

ازالہ اعتراض نمبر ۲:۔ آپ کے علامہ محمد باقر مجلسی اپنی کتاب (حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۹۵ باب پنجاہ و دوم) میں لکھتے ہیں۔ شیخ طبرسی و دیگران روایت کردہ اند کہ اول زنے کہ آنحضرت تزویج نمود خدیجہ دختر خویلد بود در وقتیکہ آنحضرت اورا تزویج نمود بیست و پنج سال داشت پیش از انکہ حضرت اورا تزویج نماید عتیق بن عائد مخزومی اورا تزویج کردہ بود از او دخترے بہم رسانید و بعد از او ابو ہالہ اسدی اورا تزویج کرد و ہند بن ابی ہالہ را از او بہم رسانید پس رسول خدا ﷺ اورا خواستگاری نمود و ہند پسر اورا تربیت نمود۔

(ترجمہ) شیخ طبرسی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جس بیوی سے حضرت نے نکاح کیا وہ جناب خدیجہ تھیں اس وقت حضرت کی عمر مبارک پچیس سال تھی حضرت سے پہلے وہ عتیق بن عائد مخزومی کی زوجیت میں تھیں اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی عتیق کے بعد ابو ہالہ اسدی نے ان سے تزویج کی اس سے ہند بن ابو ہالہ پیدا ہوا پھر ان سے جناب رسول خدا ﷺ نے نکاح کیا اور ان کے بیٹے ہند کی پرورش فرمائی (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۸۰) آپ کے شیخ طبرسی اور دوسرے مجتہد اور مجلسی صاحب نے آپ کی ایک بھی نہ سنی جناب خدیجہ کی پہلے شوہر سے ایک بیٹی اور دوسرے شوہر سے ایک بیٹا ثابت کر دیا آپ نے تین بیٹیاں کہاں سے بنالیں، ہوا میں ہاتھی نہ اڑائیں اپنے مجتہدین کی تحقیق پر انحصار کریں اور حضور ﷺ کی چار بیٹیان مان لیں۔ یہی راہ راست ہے۔

ازالہ اعتراض نمبر ۳:۔ شیعہ صاحبان کے ملا محمد باقر مجلسی (حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۵) پر لکھتے ہیں۔ سید مرتضیٰ وشیخ طوسی روایت کردہ اند کہ چون آنحضرت خدیجہ را تزویج نمودہ او باکرہ بودو بعقد شوہر دیگر پیش از آنحضرت بدر نیامدہ بود قول اول اشہر ست۔ (ترجمہ) سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جناب خدیجہ سے تزویج فرمائی وہ باکرہ تھیں اور

آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی دوسرے شخص کے عقد میں نہیں آئی تھیں لیکن قول اول زیادہ مشہور ہے۔(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۸۱)

سیدہ خدیجہ کے باکرہ ہونے والا قول مشہور تو نہیں لیکن شیعہ کے شیخ مرتضیٰ اور طوسی و باقر مجلسی نے یہ قول نادر لکھ کر سیدہ خدیجہ کا باکرہ ہونا ثابت کرنا چاہا۔ اور بی بی کی پہلی دو شادیوں والے قولوں کو ہوا میں اڑا کر بچیوں کے ربائب ہونے کا خاتمہ کر دیا شیعہ قوم اس روایت کو کیوں نہیں مانتی؟ لکھتے تو ہو مانتے کیوں نہیں؟

ازالہ اعتراض نمبر ۴۔ ملا محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۸۹ پر لکھتے ہیں۔ و جمعے از علماء خاصہ و عامہ اعتقاد آنست کہ رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر پیش از شوہر رسول خدا داشتہ حضرت ایشاں را تربیت کردہ بود و دختر حقیقی آنجناب نبودندو بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اندو بر نفی ایں دو قول روایت معتبرہ دلالت مے کند۔

(ترجمہ) اور علماء خاصہ شیعہ و عامہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم جناب خدیجہ کی بیٹیاں پہلے شوہر سے تھیں آنحضرت نے ان کی پرورش کی تھی وہ آنحضرت کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جناب خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور ان دونوں اقوال کی نفی پر روایت معتبرہ دلالت کرتی ہیں۔(حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۱)

یعنی یہ کہنا کہ رقیہ وام کلثوم عتیق بن عائد یا ابو ہالہ اسدی کی پشت سے تھیں یا یہ کہنا کہ وہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں یہ دونوں قول غلط ہیں روایات معتبرہ کے خلاف ہیں۔ با اعتبار، روایات میں یہی ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن اطہر سے حضور ﷺ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں جن کے اسماء گرامی پہلے گزر چکے ہیں غلط و منفی روایات پر بھروسہ کرنے والے کیونکر سچے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ شیعہ مسلک کے علماء محققین اہلسنّت کا ساتھ دیکر یہ مان رہے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی پیاری بیٹیاں چار تھیں انہیں معلوم تھا کہ بنات رسول لخت جگر خدیجہ، وخواہران بتول کی نسبتِ نسب، غیروں

سے کرنا، نا قابل معافی جرم ہے۔ لیکن آج کل تو لوگوں نے ایسے مسئلوں کو بازیچہ اطفال بنا دیا ہے۔ معاذ اللہ اور حق بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ اگر آپ کی وہ صلبی لڑکیاں ہوتیں تو انکی شادیاں کافروں سے کیوں کر دیتے؟

ازالہ نمبر ۱۔ سید المعصومین ﷺ کے دامادوں کا کفر (معاذ اللہ) تمہیں نظر آ گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کو نظر نہیں آیا تھا اور نہ ہی ان کے علیم، رب نے انہیں بتایا کہ وہ کافر ہیں۔ ان کے ساتھ رشتہ مت کرو۔ کیا تم اللہ و رسول ﷺ کو اپنی مرضی پر چلانا چاہتے ہو؟ کیا تم اپنی بیٹیوں کا نکاح ایسے ویسے سے کرو گے؟ تم اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے رشتے چھان بھٹک کر کے کرتے ہو اور لاکھ بار سوچتے ہیں مگر افضل الانبیاء حبیب خدا ﷺ پر تنقید و اعتراض کرتے ہو اور آپ کے دامادوں کو منافق کہہ کر آپ کی حضرت خدیجہ و سیدہ فاطمہ کی اور حضرت علی المرتضیٰ و شہزادگان بتول کی دل آزاری کر کے اپنے مجتہدوں اور اماموں کی روایات پر پانی پھیر کر کس کی پیروی میں لگے ہو؟ اور کس کا دامن تھامے ہوئے ہو؟۔ سن لو، حضرت ابو العاص، شوہر سیدہ زینب و حضرت عثمان شوہر سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان ثابت ہے تمام مسلمان ان کو مؤمن تسلیم کرتے ہیں اور جو کسی مؤمن کو کافر کہے وہ خود کفر سے نہیں بچ سکتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

ازالہ نمبر ۲:۔ امتی وہ ہوتا ہے جو نبی ﷺ کے قول و فعل پر اعتراض نہ کرے بلکہ اس کے ہر قول و فعل کو صحیح و درست تسلیم کرے جو اعتراض کرتا ہے وہ امتی ہونے کا دعویدار نہیں ہو سکتا چنانچہ (بہار شریعت حصہ اول ص ۲۶) پر یہ عقیدہ لکھا ہوا ہے جو، حضور ﷺ کے کسی قول و فعل و عمل و حالت کو بہ نظر حقارت دیکھے وہ کافر ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے کسی قول و فعل و حالت پر اعتراض کر کے اپنے ایمان کو برباد نہ کریں۔ اپنے ایمان اور اپنے بزرگوں کی لاج رکھ کر آپ کی چار بیٹیاں مان لیں۔

ازالہ نمبر ۳:۔ ملا محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۸۸ پر لکھتے ہیں،

و مشهور آنست که دختران حضرت چهار نفر بودند و همه از حضرت خد

یجه بو جو دآمد د ند اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن د ختر بکافران دادن اورا بابی العاص بن ربیع تزویج نمود ۔

ترجمہ: اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سب جناب خدیجہ کے شکم سے تھیں پہلی صاحبزادی جناب زینب تھی، حضرت نے ان کی نے شادی، بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینا حرام ہونے سے قبل ابوالعاص بن ربیع سے کر دی تھی

(حیاۃ القلوب اردو ج ا ص ۸۷۰)

اس حوالہ سے یہ باتیں اظہر من الشمس ہوگئیں (۱) شہرت یافتہ بات یہ ہے کہ حضور پُرنور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں جس طرح اہلسنّت کہتے ہیں ایک بیٹی والی کہانی بے سروپا ہے۔ (۲) حضور ﷺ کا عمل کہ آپ نے اپنی بیٹیوں کے عقد کافروں سے کر دیے خلاف شرع نہ تھا کیونکہ اس وقت ممانعت کا حکم بارگاہ ایزدی سے نہ آیا تھا یہ ہے مجتہد و محقق شیعہ علماء کی تحقیق۔ اسے چھوڑ کر اگر کوئی ہوا میں ریت کا محل بنانے لگ جائے تو اسکی مرضی۔

ازالہ نمبر ۴۔ علامہ باقر مجلسی حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۸۹ پر بلانکیر لکھتے ہیں۔

دوم رقیه و گویند که اورا عتبه پسر ابو لهب تزویج نمود، درمکه و پیش از دخول اورا، طلاق گفت (ترجمہ) دوسری بیٹی (حضور ﷺ کی) رقیہ جن کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کی شادی عتبہ سے مکہ میں کی تھی اور قبل اس کے کہ وہ اس کے گھر جائیں اس نے طلاق دے دی۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۱)

آج کا منکر ان پاک دامن بنات رسول ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ماننے سے انکار کرتا ہے حالانکہ علامہ مجلسی اپنے بزرگوں سے معتبر روایات لاکر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ بنات رسول تھیں اور رسول الرحمۃ ﷺ نے ان کے نکاح کافروں سے اس لیے کر دیے تھے کہ اس وقت کافروں سے رشتہ ناطہ شرعاً منع نہ تھا۔ آج کا منکر کہتا ہے کہ وہ خدیجہ کی لڑکیاں تھیں جو ان کے پہلے شوہروں سے پیدا ہوئیں۔ منکروں کے اس شوشہ کی تردید ملا

مجلسی نے اس طرح کردی کہ عتیق سے ایک لڑکی اور ابو ہالہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔

(حیاۃ القلوب فارسی ج ۲ ص ۵۹۵)

اعتراض نمبر ۳۔ اگر زینب، رقیہ و ام کلثوم حضور ﷺ کی بیٹیاں ہوتیں تو مباہلہ کے روز خاتون جنت کے ہمراہ حضور ﷺ کے ساتھ مباہلہ کیلئے آتیں۔ ان کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بنات رسول نہیں ہیں؟

ازالہ نمبر ا۔ اگر ساتھ نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بنات رسول نہ تھیں تو سیدہ زینب و سیدہ ام کلثوم بنات زہرا بھی ساتھ نہ تھیں لہٰذا، ان کے بارے میں کہہ دیں کہ وہ بنات زہرا نہ تھیں اگر کوئی یہ کہہ دے کہ وہ زہرا کی بیٹیاں ہوتیں تو ساتھ آتیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

ازالہ نمبر ۲۔ حضور ﷺ کی ازواج بھی مباہلہ کے روز مباہلہ کیلئے آپ کے ساتھ نہ تھیں تو کیا یہی کہو گے کہ وہ ازواج رسول ہوتیں تو آپ کے ساتھ آتیں۔ پناہ بخدا

ازالہ نمبر ۳۔ حضور ﷺ کے اصحاب رو، رو کر دعائیں مانگتے رہے کہ وہ بھی مباہلہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہو جائیں مگر وہ اپنی آرزو میں کامران نہ ہوئے اور مباہلہ میں شریک نہ ہو سکے تو کیا انہیں رسول کریم ﷺ کا صحابی کہنا چھوڑ دیں گے؟

ازالہ نمبر ۴۔ حضرت عباس اور ان کے ابناو غیرہ بھی مباہلہ میں شریک نہ تھے تو کیا انہیں بھی رشتہ نسب سے خارج کر کے دم لو گے؟

ازالہ نمبر ۵۔ ملا محمد باقر مجلسی ایک طویل کہانی میں فرماتے ہیں کہ۔ آنجناب ایشان را بہ بیعت دعوت مے فرمود و طلب یاری ازیشان مے نمود و بجز چہار کس و بروایتے سہ کس اجابت نمے نمود۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۲۱۲) حضرت علی انہیں بیعت کی دعوت دیتے رہے اور ان سے مدد مانگتے رہے سوا چار شخصوں کے اور ایک رویت کے مطابق سوا تین کے، آپ کی کسی نے نہ سنی۔ یہ چار یا تین آدمی بھی مباہلہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نہ تھے تو کیا وہ صحابی نہیں ہیں؟ اور حضرت علی کے مددگار نہیں ہیں؟ پناہ بخدا۔

ازالہ نمبر ٦۔ ملا محمد باقر مجلسی حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۹ پر لکھتے ہیں۔

زینب در مدینه در سال هفتم هجرت و بروایتے در سال هشتم بر حمت ایزدی واصل شد۔ (ترجمہ) زینب بنت رسول اللہ ﷺ ۷ ہجری اور ایک روایت کے مطابق ۸ ہجری میں برحمت الٰہی واصل ہوئیں۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۱)

(۲) حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۹ پر مجلسی صاحب لکھتے ہیں۔

رقیه در مدینه بر حمت ایزدی واصل شد در هنگامے که جنگ بدر، روداد۔ (ترجمہ) رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات مدینہ میں ہوئی جبکہ جنگ بدر واقع ہوئی تھی۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۸۷۱)

(۳) مجلسی صاحب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۹ پر ارقام فرماتے ہیں کہ۔ام کلثوم . . . در سال هفتم هجرت بر حمت ایزدی واصل شد (ترجمہ) ام کلثوم (بنت حبیب خدا ﷺ) رقیہ کے بعد ان کی شادی عثمان سے ہوئی اور کہتے ہیں کہ وہ ۷ ہجری میں انتقال کر گئیں۔ (حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۸۷۱)

(۴) فتح مکہ ماہ رمضان ۸ ہجری میں ہوا چنانچہ علامہ مجلسی نے حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۳۴ باب چہل وسوم میں لکھا ہے۔شیخ مفید و شیخ طبرسی و ابن شهر آشوب و دیگران روایت کرده اند که فتح مکه در ماه رمضان سال هشتم هجرت واقع شد۔ (ترجمہ) شیخ مفید، شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب وغیرہم نے روایت کی ہے کہ فتح مکہ ماہ رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوا۔ (حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۶۹۲)

(۵) علامہ مجلسی اپنی کتاب حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۰۰ باب چہل وہفتم ۴۷ میں ذکر مباہلہ کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ مباہلہ فتح مکہ یعنی ۸ ہجری کے بعد ہوا۔

حیاۃ القلوب اردو ج ۲ ص ۷۵۳ پر ذکر مباہلہ شروع ہوتا ہے اور ص ۷۸۴ پر ختم ہوتا ہے۔شیعہ کی کتابوں مثلاً تحفۃ العوام اور مفاتیح الجنان میں لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ ۲۴ ذوالحجہ کے دن ہونا قرار پایا تھا، حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اپنی تاریخ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۲) پر واقعہ مباہلہ کو ۹ ہجری میں سیدہ ام کلثوم کی وفات کے بعد قرار

دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ عند الشیعہ حضرت زینب کا وصال ۷/۸ ہجری وسیدہ رقیہ کا وصال ۲ ہجری اور سیدہ ام کلثوم کا وصال ۷ ہجری میں ہوا، اور مباہلہ فتح مکہ ۸ ہجری کے بعد ۹ ہجری ۲۴ ذوالحجہ کو ہوا یعنی مباہلہ کے وقوع سے بہت پہلے تین بنات رسول اللہ ﷺ خلد آشیاں ہو چکی تھیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ اپنی تین بیٹیوں کو منکروں کی تسلی کیلئے انہیں ان کے مزاروں سے اٹھا کر ساتھ لے آتے؟ بنات رسول اللہ ﷺ کی مزارات کے نشان جنۃ البقیع میں موجود ہیں اہل اسلام وہاں فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور رحمت ایزدی کے طلبگار ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں۔ شیعہ نے حضور ﷺ کی بیٹیوں کو نہ مان کر دل آزاری کی اور نجدیوں نے ان کے مزارات کو مسمار کر کے اپنی عاقبت کو نشانہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنے سے بچائے۔ آمین

سید السادات حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کا فیصلہ

آخر میں جماعت اہلسنّت کے مایہ ناز عالم، ولی، عارف باللہ، عاشق رسول ﷺ بخاری سادات کے جد امجد حضرت جلال الملۃ والشرع والدین جلال اللہ سید جلال الدین حسین المعروف حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت سنی حنفی کا ارشاد عالیہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے دودھ اور پانی کو الگ الگ کر کے رکھ دیا ہے۔ سید السادات مفتی شرق وغرب، کاشف لوح وقلم حضرت سید مخدوم جہانیاں متوفی ۷۰۷ھ اپنے ملفوظات خزانہ جلالیہ کے تیرھویں باب اَلْبَابُ الثَّالِثُ عَشَرَفِیْ ذِکْرِ اَوْلَادِ وَاَزْوَاجِ الرَّسُوْلِ ﷺ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد اپنی اولاد میں سے سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی کو نہ چھوڑا، آپ کی کل اولاد آٹھ نفوس پر مشتمل تھی۔ قاسم، طاہر طیب، زینب، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور ابراہیم علیہم وعلی ابیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نو تھے ایک عبد اللہ نامی فرزند تھا ساری اولاد خدیجہ بنت خویلد سے تھی، سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے تھا اسے مقوقس اسکندریہ کے بادشاہ نے آپ کی خدمت میں بطور

ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ کے تمام بیٹے صغر سنی میں راہی خلد ہوئے اور بیٹیاں جوان ہوئیں ان کے نکاح ہوئے اولاد ملی۔ اب ہم دختران رسول ﷺ کے حالات کا ذکر کرتے ہیں آپ ﷺ کی بڑی بیٹی زینب تھی آپ نے اس کی شادی ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس سے کردی ابوالعاص کی ماں کا نام ہالہ بنت خویلد تھا اور خدیجہ زوجہ رسول ﷺ ابوالعاص کی خالہ تھیں، خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ زینب کی شادی اس سے کردیں اور یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے کا ہے آپ نے زینب کی شادی ابوالعاص سے کردی جس دن آپ نے اعلان نبوت فرمایا تو خدیجہ اور آپ ﷺ کی بیٹیاں آپ پر ایمان لے آئیں آپ کی تصدیق کی اور آپ کے دین پر قائم ہوگئیں مگر ابوالعاص ایمان نہ لائے زینب کے اسلام کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق ہونی چاہیے تھی مگر رسول خدا نے ایسا نہ کیا، زینب اپنے شوہر کے ساتھ رہی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما گئے، جب قریشیوں نے بدر میں نبرد آزمائی کی تو ابوالعاص ان کے ساتھ تھے اور اسیر ہوگئے اہل مکہ نے اسیروں کی رہائی کیلئے فدیئے بھیجے تو سیدہ زینب نے ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا ہار بھیجا، پھر فتح مکہ سے قبل ابوالعاص اپنا اور دوسرے لوگوں کا مال لیکر تجارت کیلئے شام روانہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ کا لشکر ملا انہوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا ابوالعاص رات کی تاریکی میں بھاگ گئے اور سیدہ زینب کے پاس چلے گئے، سیدہ زینب نے حضور ﷺ کو تمام ماجرہ سنادیا حضور ﷺ نے لشکر کو فرمایا کہ مال واپس لوٹا دو انہوں نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی ابوالعاص سارا مال لیکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور ہر ایک کو اس کا مال واپس کردیا پھر وہ اسلام لے آئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم میں حضور ﷺ پر ایمان وہاں بھی لاسکتا تھا مگر مجھے یہ لگا کہ لوگ کہیں گے ہمارا مال کھانے و دبانے کیلئے مسلمان ہوگیا ہے۔

پھر ابوالعاص مکہ مکرمہ سے سیدھے سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے نکاح اول برقرار رکھا اور زینب کو ابوالعاص کے سپرد کردیا، زینب نے ابوالعاص سے ایک لڑکی جنی جس کا نام امامہ

تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے شادی کر لی خلاصہ سیر سید البشر میں حضرت عمر بن شعیب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے دوبارہ کیا تو حضرت زینب سے ابوالعاص کا ایک بیٹا علی پیدا ہوا جو حالت صغر میں فوت ہو گیا۔ اور امامہ پیدا ہوئی جسے رسول اللہ ﷺ نماز میں اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ امامہ جوان ہو گئیں تو حضرت علی کریم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ان سے شادی کی اور حضور ﷺ کی دوسری لخت جگر کا نام رقیہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا سیدہ رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کا ایک بیٹا پیدا ہو کر فوت ہو گیا سیدہ رقیہ بیمار پڑ گئیں اور جانبر نہ ہو سکیں۔ پھر حضور ﷺ نے رقیہ کی بہن ام کلثوم کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دی ان سے بچہ ہوا مگر زندہ نہ رہا دونوں بہنوں سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد زندہ نہ بچی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ رقیہ سے حضرت عثمان کا ایک بیٹا عبداللہ تھا وہ جمادی الاولیٰ ۴ھ میں وصال فرما گیا اس وقت اس کی عمر چھ سال تھی اور حضور پرنور ﷺ سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو عثمان کے عقد میں دے دیتا۔ وَمَا زَوَّجْتُهٗ اِلَّا بِوَحْيٍ مِّنَ السَّمَاءِ یعنی میں نے عثمان سے شادی آسمانی وحی پر کی تھی، بہر حال آپ کی چوتھی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسے آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تزویج فرمایا تھا، ہجرت کے دوسرے سال صفر کے مہینہ میں آپ نے سن ۳ھ ماہ رمضان میں امام حسن کو جنا اور ۴ھ شعبان کے مہینہ میں امام حسین کو جنا اور لڑکیوں میں سے زینب، ام کلثوم و رقیہ پیدا ہوئیں رقیہ جوان ہونے سے پہلے وصال فرما گئیں، زینب بنت علی و زہرا حضرت عبداللہ بن جعفر کے عقد میں آئیں اور اولاد جنی اور ام کلثوم بنت زہرا و علی کا عقد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہوا، اس سے عبداللہ پیدا ہوئے جو لڑکپن کی حالت میں خلد آشیاں ہو گئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے وصال کے ۳ ماہ یا ۶ ماہ بعد رحلت کر گئیں۔ حضرت علی اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں غسل دیا۔

اور اسے رات کی تاریکی میں خلد آشیاں کر دیا نماز جنازہ خود ادا کر دی۔ السید الشریف الفقیہ المحدث دام سیادتہ فرماتے ہیں، سیدہ کو غسل تمسک قول رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے دیا گیا آپ نے فرمایا كُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ يُنْقَطَعُ يَوْمُ الْقِيَمَةِ اِلَّا نَسَبِىْ وَ سَبَبِىْ۔ كَذَا فِى الْفَتَاوىَ الْكَامِلُ اور السید الشریف الفقیہ المحدث فرماتے ہیں۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں ان کا مدفن جنت البقیع میں امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قبہ کے قریب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قدمین طیبین کی جانب کھڑکی کے اندر روضہ رسول ﷺ میں ان کا مدفن ہے (خزانۃ الجلالیہ قلمی ص ۲۴۰ تا ص ۲۴۲)

اب ہم سائل حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ حق وصداقت کا راستہ وہی ہے جو آل اطہار، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کا راستہ ہے اور جملہ آل اطہار، صحابہ کرام، اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک وہی ہے جس پر جماعت اہلسنّت گامزن ہے لہٰذا آپ بھی جماعت اہلسنّت کے جھنڈے کے نیچے آ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔ ہماری غرض وغایت صرف اصلاح ہے اور حق بات کو واضح کرنا ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ اور ہادی عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْم۔

خاکپائے صحابہ واہلبیت
مفتی محمد سراج احمد سعیدی قادری غفرلہ
اوچشریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللہِ

نَادِ عَلِیًا مَظْھَرِ الْعَجَائِبِ

تَجِدْہُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ

کُلُّ ھَمِّ وَ غَمِّ سَیَنْجَلِیْ

بِاُلُوْھِیَتِکَ یَا اَللہُ وَبِنَبُوَّتِکَ یَارَسُوْلَ اللہ

وَبِوِ لَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَاعَلِیُّ

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَاحَرَّ الْوَبَآئِ الْحَاطِمَۃ

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَاَبْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَۃُ

صدیق برج اوج کمال محمد است

فاروق عز و جاہ جلال محمد است

عثمان عین حسن و جمال محمد است

حیدر ظھور جو د و نوال محمد است

دعا

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایمان کنم خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست دامان آل رسول

شہرہ آفاق، عالمگیر اور متداول مجموعہ ہائے حدیث
بخاری شریف
3 جلد
سنن نسائی
3 جلد
زیور طباعت
سے آراستہ ہو کر
منظر عام پر
کی ہیں
سنن ابی داؤد
3 جلد
ابن ماجہ
2 جلد